والصلاۃ والسلام علی خاتم النبیین ؛ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ؛ وابنہ ھذا الفرد المکین ؛ والغوث المبین ؛ وعلینا بھم یا ارحم الراحمین ؛ وافی ختامہ ستایقین ؛ من صفر الخیر یوم جمع المسلمین ؛ سنۃ الف وثلثمائۃ وخمس ؛ من ھجرۃ من اتی بالصلوات الخمس ؛ وردّت لامرہ من المغرب الشمس ؛ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ اجمعین ؛ والحمد للہ رب العلمین ۔

وصّاف الرجیح فی بسملۃ التراویح

۱۳۱۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؁

مسئلہ ۔ از اوجین ، مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی ملا محمد یعقوب علی خاں صاحب ۲۶ رجب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں تمام بلاد ہندوستان میں کہ سب اہل سنت وجماعت بفضلہ تعالی حنفی المذہب ہیں ہمیشہ سے یہی رواج دیکھا سُنا کہ تمام حفاظ قرآن تراویح میں بسم اللہ شریف سارے قرآن مجید میں کسی نہ کسی سورت پر بس ملا یک بار آواز سے پڑھ لیتے ہیں اب بعض لوگ پیدا ہوئے کہ اس میں بہت جھگڑا اٹھاتے ہیں زید کہ اس کا رسالہ مرسل خدمت والا ہے باتباع دو مولویوں گنگوہی و پانی پتی کے دعوی کرتا ہے کہ تراویح میں بسم اللہ بالجہر ہر سورت کے سرے پر ماسوا سورۂ برات کے ازبس لازم ہے ورنہ ایک سوتیرہ ۱۱۳ اور کبھی کہتا ہے ایک سوچودہ ۱۱۴ آیت کا نقصان لازم آئے گا بسم اللہ کا جزویت اور غیر جزویت ہونا آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے آج تک تواتراً منقول ہے حنفیہ کے نزدیک بھی علی سبیل القطع والتواتر ہے متفق علیہ بلکہ اجماع امت متفق ہیں عمرو نے اس جہر سے انکار کیا اُس پر زید نے اُسے کہا بتسویل نفسانی منہمک سیآت کے ہوا اور تخریب دین محمدی میں کمر باندھ کر اصول و قواعد دینیہ سے برطرف ہوا اس رسالہ میں ایک عبارت اور دو فتوے مولویین مذکورین سے نقل کئے صفحہ ۱۵ پر لکھا قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی تبیین الضاد ترجمۂ تحفۂ نذریہ میں فرماتے ہیں جان کہ جب اہل قراءت کا اس امر میں اختلاف ہے کہ بسملہ ہر سورت کا جزو ہے یا نہیں پس تمام قرآن کو تراویح میں پڑھنے والے پر جو اُن قاریوں کی قراءت پڑھے جو بسم اللہ کو ہر سورت کا جزو جانتے ہیں واجب ہے کہ بسم اللہ کو ہر سورت کے سرے پر پکار کر پڑھے ورنہ ختم قرآن مجید میں سے اُس کو ایک سوچودہ ۱۱۴ آیتوں کا کم کرنا اور ترک کر دینا لازم آتا ہے اور جائز نہیں ہے۔ اُن شہروں میں جہاں کے اکثر باشندے حنفی مذہب رکھتے ہیں اس کے خلاف دستور ہے پس معلوم نہیں کہ اس ترک وغفلت کا کیا سبب ہے فقط صفحہ ۱۷ پر لکھا استفتائے مولوی رشید احمد گنگوہی "بسم اللہ کا جہر سے پڑھنا تراویح میں مضائقہ نہیں اور نماز میں اس سے کوئی قباحت نہیں ہوتی یہ بھی قراء کا مذہب ہے اگر حضرت حفص کی اقتدا کرو درست و مقبول ہے اور جو حسب مذہب حنفیہ نہ پڑھو تاہم کوئی عیب نہیں سب حق پر ہیں سب کے مذاہب صحیح و درست ہیں لیکن حفاظ قرآن مجید کو لازم ہے کہ پڑھا کریں ورنہ بموجب فرمان مولوی عبدالرحمن صاحب کے

عند الحفص ختم میں نقصان رہے گا فقط واللہ اعلم کتبہ رشید احمد گنگوہی" صفحہ ۱ پر لکھا **استفتاء** قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی" زمانہ قراسبعہ کا زمانہ اجتہاد وعمل بالسنہ کا تھا زمانہ تابعین کا تھا اور مذہب مسائل اجتہادیہ میں ہوتا ہے نہ منقولہ میں اور مدار قراء کا فقط روایت وصحت پر ہے اور قراء سب اپنی اپنی قراءت کی روایت صحیح رکھتے ہیں اس میں دخل مذہب کو نہیں ہے لہذا قراءت میں کسی اہل ہوا کا خلاف نہیں ہے ائمہ مذہب تا زمانۂ قراء محتاج الیہ ومحصور نہ تھے بلکہ بعد قراء کے تھے ائمہ قراءت کو پوچھنا کہ کیا مذہب رکھتے تھے حمق ہے بعد صحت روایت کے آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پھر حاجت کسی مذہب اور کسی اجتہاد کی نہیں ہے اذا صح الحدیث فھو مذھبی قول احناف کا ہے جب مدار صحت روایت پر مذاہب اربعہ میں ہوا پھر جو کوئی کسی مذہب کا کسی قاری کی قراءت پڑھے گا اس کی قراءت میں جو ہو اسکی اتباع کرے جو کہ امام عاصم کی قراءت میں بروایت حفص بسم اللہ درمیان ہر دو سورت کے ثابت ہے روایۃً اور کہیں حنفیہ کی کتب میں ممانعت قراءت عاصم وحفص کی استیعاباً واقع نہیں ہے تو تراویح میں بسم اللہ پڑھنا جائز ہوا ورنہ پورا ختم روایت حفص میں نہ ہوا فقط واللہ اعلم بالصواب العبد عبدالرحمن عفی عنہ" صفحہ ۱۲ پر لکھا " صلاۃ مفروضہ میں ختم مقصود نہیں اس لیے وہاں جہر لازم نہیں وہاں اتباع ابوحنیفہ کا چاہیے اور تراویح میں مقصود ختم کامل قرآن ہے وہاں اتباع قرائے مبسلین بسم اللہ کو جہراً پڑھنا ساتھ تاکد کے جائز ہے ورنہ ختم میں نقصان لازم آتا ہے چنانچہ یہی تقریر خاکسار نے بارہا قاری عبدالرحمن صاحب کی زبانی بھی سنی ہے" اب علماء سے عرض ہے کہ یہ بیانات وفتاوے صحیح ہیں یا غلط اور یہاں مذہب حنفی میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ سرا وجھارا ولیلا ونھارا حمدا اکبارا ادامۃ واکثارا والصلوات السامیۃ والتحیات النامیۃ علی من سن فی الصلاۃ اسرار التسمیۃ وعلی الہ وصحبہ النفوس الحامیۃ لبیضۃ السنۃ من الغوغاء العامیۃ امین امین یا ارحم الراحمین بسم اللہ شریف کا تراویح میں ہر سورت پر جہر مذہب حنفی میں لازم وواجب ہونا محض بے اصل وباطل صریح اور حنفیۂ کرام پر افتراء قبیح ہے تحصیل سنت ختم فی التراویح کے لیے صرف ایک بار کسی سورت پر جہر کرنے کی ہماری کتب میں صاف تصریح ہے زید بے علم اور اُس کے دونوں متبوعوں کی تحریر سراسر بے تحریر وغیر صحیح ہے مسلم الثبوت میں ہے البسملۃ من القراٰن اٰیۃ فتقرأ فی الختم مرۃ یعنی بسم اللہ شریف قرآن عظیم کی ایک آیت ہے تو ختم میں ایک بار پڑھی جائے ملک العلماء بحرالعلوم اس کی شرح فواتح الرحموت میں فرماتے ہیں علی ھذا ینبغی ان یقرأھا فی التراویح بالجھر مرۃ ولا یتأدی سنۃ الختم دونھا یعنی اس بنا پر چاہیے کہ بسم اللہ شریف تراویح میں جہر سے ایک بار پڑھی جائے بے اس کے سنت ختم ادا نہ ہوگی شرح مولانا ولی اللہ میں ہے من قال بکون البسملۃ جزءً من القراٰن من غیر تعیین المحل او بجزئیتھا لہ فی اول کل سورۃ قال بوجوب قراءتھا فیما یختم فیہ القراٰن من الصلاۃ کالتراویح الا ان الجماعۃ الاولٰی تقول بوجوب قراءتھا جھراً مرۃ والثانیۃ تقول بوجوب قراءتھا جھراً فی اول کل سورۃ سوی البراءۃ یعنی جو علماء بسم اللہ شریف کو جزو قرآن مجید مانتے ہیں خواہ بے تعیین محل (جیسے علماء حنفیہ وغیرہم) یا یوں کہ ہر سورت کی پہلی آیت ہے (جیسے

علماء شافعیہ) ان سب کے نزدیک جس نماز میں قرآن مجید کا ختم کیا جائے جیسے تراویح اُس میں بسم اللہ شریف کا پڑھنا ضرور ہے مگر ہمارے ائمہ وجمہور علما کے نزدیک صرف ایک بار بآواز اور شافعی مذہب میں سورۂ برأت کے سوا ہر سورت کی ابتدا پر۔ **قمر الاقمار** مولانا عبد الحلیم انصاری میں ہے اعلم ان التسمیۃ اٰیۃ من القراٰن کلہ انزلت للفصل بین السور ولیست جزء من الفاتحۃ ولا من کل سورۃ فالقراٰن عبارۃ عن مائۃ واربعۃ عشر سورۃ واٰیۃ وھی التسمیۃ فلا بد فی ختم القراٰن من قراءۃ التسمیۃ مرۃ علی صدر اٰیۃ سورۃ کانت وھذا کلہ عندنا علی المختار اھ مختصرا یعنی بسم اللہ شریف سارے قرآن مجید میں صرف ایک آیت ہے کہ سورتوں میں فصل کے لیے اتاری گئی نہ وہ فاتحہ کی جز ہے نہ ہر سورت کی تو قرآن عظیم نام ہے ایک سو چودہ سورتوں اور ایک آیت کا کہ وہ بسم اللہ شریف ہے پس ختم قرآن میں بسم اللہ شریف کا کسی سورت کے سرے پر ایک بار پڑھنا ضرور ہے یہ سب ہمارے ائمہ کا مذہب مختار ہے جواب مسئلہ تو اسی قدر سے ہوگیا مگر فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ بعون رب قدیر جل جلالہ تحقیق حق نجیح وتلخیص قول رجیح کے لیے چند افادات عالیہ لکھے جن سے بتوفیقہ تعالٰی احکام مسئلہ کو نور انکشاف اور اوہام باطلہ کو ظہور انکساف ملے واللہ المعین وبہ نستعین **افادۂ اولٰی** بسم اللہ شریف کے باب میں ہمارے ائمہ کرام بلکہ جمہور ائمہ صحابہ وتابعین وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مذہب حق ومحقق یہ ہے کہ وہ کسی سورت قرآن کی جز نہیں جدا گانہ آیت واحدہ ہے کہ تبرک وفصل بین السور کے لیے مکرر نازل ہوئی **امام** عبد العزیز بن احمد بن محمد بخاری علیہ رحمۃ الباری کہ اجلۂ ائمہ حنفیہ سے ہیں کتاب التحقیق شرح حسامی میں فرماتے ہیں الصحیح من المذھب انھا من القراٰن لکنھا لیست جزء من کل سورۃ عندنا بل ھی اٰیۃ منزلۃ للفصل بین السور کذا ذکرا بوبکر الرازی ومثلہ روی عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی **امام** محقق ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں المشھور عن اصحابنا انھا لیست باٰیۃ من الفاتحۃ ولا من غیرھا بل ھی اٰیۃ من القراٰن مستقلۃ نزلت للفصل بین السور **علامہ** ابراہیم حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں ان مذھبنا ومذھب الجمھور لیست اٰیۃ من الفاتحۃ ولا من کل سورۃ **امام** ابو البرکات نسفی کنز الدقائق اور **علامہ** ابراہیم حلبی ملتقی الابحر اور **علامہ** محمد بن عبد اللہ غزی تمرتاشی تنویر الابصار میں فرماتے ہیں ھی اٰیۃ من القراٰن انزلت للفصل بین السور ولیست من الفاتحۃ ولا من کل سورۃ **امام** عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں قال اصحابنا البسملۃ اٰیۃ من القراٰن انزلت للفصل بین السور لیست من الفاتحۃ ولا من اول کل سورۃ اسی طرح بہت کتب میں ہے **افادۂ ثانیہ** مجرد تکرر نزول ہرگز موجب تعدد نہیں ورنہ قائلان تکرار نزول فاتحہ قرآن عظیم میں دو سورۂ فاتحہ مانتے کہ اُن کے نزدیک فاتحہ مکۂ معظمہ میں نازل ہوکر مدینۂ طیبہ میں دوبارہ اُتری **علامہ** حسن چلپی حاشیۂ تلویح میں فرماتے ہیں تعدد نزولھا لا یقتضی تعدد قراٰنیتھا کیف وقد قیل بتکرار نزول الفاتحۃ ولم یقل احد بتعدد قراٰنیتھا **علامہ** مولٰی خسرو کے حاشیۂ تلویح میں ہے القول بتکررہ لا یقتضی القول بتعددھا کیف وقد قیل الی اٰخر ما مر ولہذا **علامہ** بحر نے بحر الرائق میں فرمایا انھا فی القراٰن اٰیۃ واحدۃ یفتتح بھا کل سورۃ وعند الشافعی اٰیات فی السور اسی طرح قمر الاقمار سے بھی گزرا کہ وہ ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک تمام قرآن میں صرف ایک آیت ہے نہ یہ کہ ایک سو تیرہ یا چودہ آیتیں ہوں اور جب آیت واحدہ ہے تراویح میں اس کی صرف ایک بار تلاوت ادائے سنت ختم کے لیے آپ ہی کافی کما لا یخفی علی کل عاقل فضلا عن فاضل کون جاہل کہے گا کہ ایک آیت کو جب تک سو بار

نہ پڑھو ختم پورا نہ ہو **افادۂ ثالثہ** بسم اللہ شریف کا جزوِ سورت ہونا ہرگز ہرگز حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر ہونا درکنار ثابت کرنا دشوار اس کے تواتر کا ادعا محض بہتان و افترا بلکہ احادیث صحیحہ اس کلیہ کے نقض پر صاف گواہ کحدیث قسمۃ الصلٰوۃ و حدیث ثلثین اٰیۃ للملك وغیرھا کما فصله العلماء الکرام فی تصانیفھم ولاحاجۃ الی ایرادھا ھنا فان شھرۃ الکلام فیه اغنتنا عن اعادته واطالة المقال بتذکارہ **افادہ رابعہ** یوہیں اُس پر اجماع امت کا بیان افترا و بہتان بلکہ علما فرماتے ہیں صحابہ کرام و تابعین اعلام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماع تھا کہ بسم اللہ شریف جزِ سور نہیں قول جزئیت اُن کے بعد حادث و نوپیدا ہوا **سیدی فقیہ** مقری علی نوری سفاقسی غیث النفع فی القراءات السبع میں فرماتے ہیں ھذا ان قلنا ان البسملۃ لیست باٰیۃ ولابعض اٰیۃ من اول الفاتحۃ ولامن غیرھا وانما کتبت فی المصاحف للتیمن والتبرك او انھا فی اول الفاتحۃ لابتداء الکتاب علی عادۃ اللہ جل وعز فی ابتداء کتبه وفی غیر الفاتحۃ للفصل بین السور قال ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لایعرف فصل السورۃ حتی ینزل علیه بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وھو مذھب مالك وابی حنیفۃ والثوری وحکی عن احمد وغیرہ وانتصرله مکی فی کشفه وقال انه الذی اجمع علیه الصحابۃ والتابعون والقول بغیرہ محدث بعد اجماعھم وشنع القاضی ابوبکر بن الطیب بن الباقلانی المالکی البصری نزیل بغداد علی من خالفه وکان اعرف الناس بالمناظرۃ وادقھم فیھا نظرا **امام** زیلعی تبیین الحقائق **پھر علامہ** سید ابوالسعود ازہری فتح اللہ المعین میں فرماتے ہیں قال بعض اھل العلم من جعلھا من کل سورۃ فی غیر الفاتحۃ فقد خرق الاجماع لانھم لم یختلفوا فی غیر الفاتحۃ **امام** بدرالدین محمود عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں فان قیل نحن نقول انھا اٰیۃ من غیر الفاتحۃ فکذلك انھا اٰیۃ من الفاتحۃ قلت ھذا قول لم یقل به احد ولھذا قالوا زعم الشافعی انھا اٰیۃ من کل سورۃ وما سبقه الی ھذا القول احد لان الخلاف بین السلف انما ھو فی انھا من الفاتحۃ اولیست باٰیۃ منھا ولم یعدھا احد اٰیۃ من سائر السور **افادۂ خامسہ** تمام مصاحف حنفیہ میں ہر بسم اللہ شریف پر نشان آیت موجود ہے وہ بلاشبہ اُن کے نزدیک آیت تامہ ہے اب سورۂ بقرہ سے لے کر سورۂ ناس تک تمام سور میں آیات حنفیہ کی گنتی بتائیے دیکھئے تو کہیں بھی بسم اللہ شریف گنتی میں آئی ہے مثلاً سورۂ اخلاص چار آیت ہے بسم اللہ سے الگ ہی چار آیتیں ہیں سورۂ کوثر میں تین آیتیں ہیں بسم اللہ سے جدا ہی تین آیتیں ہیں وعلی ھذا القیاس بخلاف سورۂ فاتحہ کہ سات آیتیں ہیں اور ان کے نزدیک انعمت علیھم پر آیت نہیں ولہذا ہمارے مصاحف میں اُس پر نشان آیت عندالغیرہ لکھتے ہیں ۔ ۵ یہ صاف دلیل واضح ہے کہ ہمارے قرار کے نزدیک بسم اللہ بقرہ سے ناس تک کسی سورت کی جز نہیں بلکہ ایک انھیں قاریوں کی کیا تخصیص سب کے نزدیک سوا فاتحہ کے کہ مختلف فیہا ہے باقی تمام سورتوں کے شمار آیات سے بسم اللہ شریف خارج ہے یہ بھی اُس ارشاد علما کا پتا دیتا ہے کہ قول جزئیت حادث و خلاف اجماع ہے **امام** زیلعی تبیین **پھر علامہ** ازہری فتح المعین میں فرماتے ہیں ان کتاب المصاحف کلھم عدوا اٰیات السور فاخرجوھا من کل سورۃ وقال بعض اھل العلم الی اٰخر ما مر عمدہ میں **امام** عینی کا ارشاد گزرا لم یعدھا احد اٰیۃ من سائر السور **تنبیہ** شمار سے اخراج تو عدم جزئیت میں صریح ظاہر ہے اور ادخال میں علمائے کرام نے جائز فرمایا کہ صرف ظن کی طرف مستند ہو تو مفید قطعیت جزئیت نہ ہو سکے گا **امام** زیلعی نصب الرایہ اور **امام** عینی عمدہ میں فرماتے ہیں لعل اباھریرۃ

سمع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقرؤھا فظنھا من الفاتحۃ فقال انھا احدی اٰیاتھا ونحن لاننکر انھا من القراٰن ولکن النزاع وقع فی مسئلتین احدھما انھا اٰیۃ من الفاتحۃ والثانیۃ ان لھا حکم سائر اٰیات الفاتحۃ جہرا وسرا ونحن نقول انھا اٰیۃ مستقلۃ قبل السورۃ ولیست منھا جمعا بین الادلۃ وابوھریرۃ لم یخبر عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ قال ھی احدی اٰیاتھا وقرا ءتھا قبل الفاتحۃ لایدل علی ذلک واذا جاز ان یکون مستند ابی ھریرۃ قراءۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لھا وقد ظھران ذلک لیس بدلیل علی محل النزاع فلایعارض بہ ادلتنا الصحیحۃ الثابتۃ اھ **افادۂ سادسہ** جزئیت بسم اللہ شریف کو قطعی کہنا **محض جہالت** اور تصریحات ائمہ کرام وعلمائے عظام سے **غفلت** ہے بلکہ جزئیت سورت درکنار جزئیت قرآن بھی خبراً متواتر نہیں ولذا انکرھا الامام الاوزاعی والامام مالک وبعض مشایخنا ونسب للمتقدمین بل وقع فی التلویح وحواشی الکشاف وغیرھما انہ المشھور من مذھب ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال القھستانی ان ھذا لم یوجد قال الشامی فی ردالمحتار ای بل ھو قول ضعیف عندنا **علامہ** حسن چلپی حاشیہ تلویح میں فرماتے ہیں قال الجد المحقق فی تفسیر الفاتحۃ قال ابوحنیفۃ ومالک رحمھما اللہ تعالٰی المعتبر التواتر فی قراٰنیتھا لافی نقلہ فقط وھوالحق اذ من الظاھر ان النقل اذا لم یکن علی انہ قراٰن لایفید القراٰنیۃ والتواتر فی نقل البسملۃ لیس علی انہ قراٰن والا لم یخالف فیہ بل کتب فی المصاحف للفصل والتبرک بھا الخ ہمارے ائمہ کہ اثبات فرماتے ہیں بوجہ اثبات فی المصاحف وامر بالتجرید دلیل عقلی قائم فرماتے ہیں نہ تواتر سمعی بالجملہ حق یہ کہ بسم اللہ شریف کا جزء قرآن عظیم ہونا تو ہمارے نزدیک دلیل قطعی سے ثابت ہے مگر جزء سور ہونا ہرگز نقلاً عقلاً کسی طرح قطعی نہیں بلکہ ہمارے علمائے کرام اسے دلیل قطعی سے باطل اور بعض اخبار احاد کو کہ موہم جزئیت واقع ہوئے مخالفت قاطع کے سبب نامقبول ومضمحل بتاتے ہیں نہایت یہ کہ علمائے شافعیہ رحمہم اللہ تعالٰی کہ قائلین جزئیت ہیں خود منکر قطعیت ہیں **امام** نووی شافعی فرماتے ہیں یہی صحیح ہے **امام** عبدالعزیز بن احمد بخاری تحقیق میں فرماتے ہیں النقل المتواتر لما لم یثبت انھا من السورۃ لم یثبت ذلک **علامہ** بہاری مسلم الثبوت اور **علامہ** بحر فواتح الرحموت میں فرماتے ہیں (لم یتواتر انھا جزء منھا) فلاتثبت الجزئیۃ اذ قد سبق ان تواتر الجزئیۃ شرط لاثباتھا انھیں میں ہے (عارضہ القاطع) وھوعدم تواتر الجزئیۃ الدال علی عدمھا فی الواقع فیضمحل المظنون وھذا ھوالجواب عن الاخبار الاحاد التی توھم الجزئیۃ بل یجب ان تکون ھذہ الاخبار مقطوع السھو والا لتواترت الخ **علامہ** ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں لایثبت کونھا اٰیۃ من کل سورۃ من السور بلادلیل قطعی کما فی سائر الاٰیات واجماع الصحابۃ علی اثباتھا فی المصحف لایلزم منہ کونھا اٰیۃ من کل سورۃ بل اللازم منہ مع الامر بالتجرید عن غیر القراٰن انھا من القراٰن وبہ نقول انھا اٰیۃ منہ نزلت للفصل بین السور **علامہ** بحرالفقہ زین بن نجیم مصری شرح منار پھر **علامہ** سید محمد آفندی شامی منحۃ الخالق حاشیہ بحرالرائق میں فرماتے ہیں ھی قراٰن لتواترھا فی محلھا ولا کفر لعدم تواتر کونھا فی الاوائل قراٰنا **علامہ** سید ابوالسعود ازہری فتح اللہ المعین میں فرماتے ہیں ثبوت قراٰنیتھا لاعلی سبیل التواتر ولھذا علل فی النھر عدم تکفیر جاحدھا بعدم تواتر کونھا قراٰنا **علامہ** سیدی احمد طحطاوی مصری حاشیہ مراقی الفلاح شرح نورالایضاح میں فرماتے ہیں انھا وان تواتر کتابتھا فی المصاحف لم یتواتر کونھا قراٰنا

علامہ شہاب خفاجی عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی میں فرماتے ہیں ولم یتواتر تسمیتھا قرانا وایۃ بالنقل عنہ علیہ الصلوۃ والسلام اذلو تواتر لکفر جاحدھا وھولا یکفر بالاتفاق اُسی میں امام قرطبی رحمہ اللہ سے ہے المسألۃ اجتھادیۃ ظنیۃ لاقطعیۃ کما ظنہ بعض الجھلۃ من المتفقھۃ اسی میں تفسیر امام سین مسمی بالوجیز سے ہے المطلوب ھنا الظن لا القطع اُسی میں امام حجۃ الاسلام محمد غزالی شافعی سے ہے انہ اقام الدلیل علی الاکتفاء بالظن فیما نحن امام ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ تعالٰی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں البسملۃ اٰیۃ من الفاتحۃ ظنا لاعلما وقطعا الخ نقلہ عنہ القاری فی المرقات علامہ سفاقسی غیث النفع فی القراءات السبع میں فرماتے ہیں ان المحققین من الشافعیۃ وعزاہ الماوردی للجمھور علی انہ اٰیۃ حکما لا قطعا قال النووی والصحیح انھا قراٰن علی سبیل الحکم ولوکانت قراٰنا علی سبیل القطع لکفر نافیھا وھو خلاف الاجماع اسی میں شرح منہاج النووی تصنیف امام جلال الدین محلی شافعی سے ہے البسملۃ منھا ای من الفاتحۃ عملا لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عدھا اٰیۃ منھا صححہ ابن خزیمۃ والحاکم ویکفی فی ثبوتھا من حیث العمل الظن

افادہ سابعہ

اقول وباللہ التوفیق قرآن عظیم کے ختم میں لا اقل ایک بار بسم اللہ شریف پڑھنے پر تمام قراء کا اجماع قطعی ہے کہ ابتداء تلاوت[1] سورت غیر برات میں اتیان بسملہ مجمع علیہ ہے پھر ہر دو سورت کے درمیان اثبات وحذف میں قراء مختلف ہیں امام نافع مدنی بروایت قالون اور امام عبداللہ بن کثیر مکی وامام عاصم بن بہدلہ کوفی وامام علی بن حمزہ کسائی کوفی پڑھتے اور امام مدنی بروایت ورش اور امام عبداللہ بن عامر شامی وامام حمزہ بن حبیب زیات کوفی وامام ابوعمرو بن العلاء بصری حذف کرتے ہیں تو اگر جلسہ واحدہ میں کوئی شخص قرآن عظیم بابتداء واحد ختم کرے تاہم ایک بار بسم اللہ شریف باجماع قراء پڑھے گا اور تکرار میں اختلاف رہے گا غیث النفع میں ہے لاخلاف بینھم فی ان القاریٔ اذا افتتح قراءتہ باول سورۃ غیر براءۃ انہ یبسمل سواء کان ابتداءہ عن قطع او وقف (الی ان قال) واختلفوا فی اثباتھا بین السورتین سواء کانتا مرتبتین اوغیر مرتبتین فاثبتھا قالون والمکی وعاصم وعلی وحذفھا حمزۃ ووصل السورتین (الی قولہ) وانما اختلفوا فی الوصل ولم یختلفوا فی الابتداء لانھا مرسومۃ فی المصاحف فمن یترکھا فی الوصل لولم یأت بھا فی الابتداء لخالف المصاحف وخرق الاجماع الخ سراج القاری شرح شاطبیہ میں ہے اخبر ان رجالا بسملوا بین السورتین وھم قالون والکسائی وعاصم وابن کثیر والباقین لایبسملون بین السورتین لان ھذا من قبیل الاثبات والحذف اھ ملخصا اب نظر غائر کیجئے تو حذف صراحۃً نافی ومنافی جزئیت ہے کہ اگر جز ہوتی تو حذف کیونکر ہوسکتی اور اثبات اصلا مفید جزئیت نہیں کہ اثبات اعوذ پر بھی اجماع قراء ہے اور وہ بھی مثل اثبات بسملہ متواتر حالانکہ باجماع مسلمین قرآن نہیں غیث النفع میں ہے لاخلاف بین العلماء ان القاریٔ مطلوب منہ فی اول قراءتہ ان یتعوذ الخ شرح الشاطبیہ لابن القاصح میں ہے الاستعاذۃ قبل القراءۃ باجماع وقولہ مسجلا ای مطلقا لجمیع القراء وفی جمیع القراٰن تو مجرد اثبات وروایت متواترہ قراء سے عند التحقیق جزئیت قرآنیہ بھی جزم نہ ہوسکتا نہ کہ خاص جزئیت سورت پر ولہذا علمائے عالم جیسا کہ اثبات وتواتر تعوذ پر اجماع کرکے اس کی عدم قرآنیت پر اجماع رکھتے ہیں

---

[1] شروع تلاوت اگر ابتدائے سورت کے علاوہ کہیں وسط سے ہو تو بسم اللہ کی حاجت نہیں بہتر ہے اور اگر ابتدائے سورت سوائے برات سے تلاوت آغاز کرے تو بسم اللہ بالاجماع پڑھے پھر اثنائے تلاوت میں جو سورتیں آتی جائیں اُن پر بسم اللہ پڑھنے نہ پڑھنے میں اختلاف ہے ۱۲

یوہیں اثبات و تواتر بسملہ یک بارمطلقاً پر اجماع فرماکر اُس کی قرآنیت میں اختلاف رکھتے ہیں تو مجرد اثبات قراء و تواتر روایت سے جزئیت پر دلیل لانی محض باطل ہے ہاں قرآنیت بسم اللہ پر اس کے سوا ایک دلیل قطعی قائم ہوئی جس کا ذکر او پر گزرا لہذا جمہور ائمہ قائل قرآنیت ہولئے اور جزئیت سورت پر کوئی دلیل قطعی نہیں لہذا جمہور ائمہ جانب جزئیت نہ گئے بحمد اللہ تعالٰی اس تقریر سے مثل آفتاب روشن ہوگیا کہ ائمہ قرارت کا اثبات متواتراً اصلاً مفید جزئیت نہیں اس بنا پر حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے تواتر جزئیت کا ادعائے باطل بلکہ قراء سے تواتر قول بالجزئیت بھی ثابت نہیں ہوسکتا بالجملہ یہ کہنا حق ہے کہ اثبات وحذف دونوں متواتر قطعی اور یہ کہنا باطل کہ جزئیت و عدم دونوں القطع مروی کہ اثبات وجزئیت میں شرق وغرب کا فرق ہے اس پر ایک دلیل جلیل واضح وروشن یہ بھی ہے کہ قائلان جزئیت بعض احادیث آحاد سے احتجاج و استناد کی طرف جھکے اور اس بنا پر کہ ثبوت قطعی نہیں ظنیت مسئلہ کی تصریحیں کر گئے دفع اعتراض کے لیے یہاں کفایت ظن کے قائل ہولیے جیسا کہ ابھی کلمات امام حجۃ الاسلام و امام ماوردی و امام نووی و امام محلی و امام ابن حجر وغیرہم سے مذکور ہوا اگر اثبات قراء مثبت جزئیت ہوتا تو اُسی پر نہ تعویل کرتے قطعیت چھوڑ کر ظنیت کی طرف کیوں اترتے ھذا اکلہ جلی واضح عند کل من لہ فھم وعقل فضلاً عن اھل العلم والفضل اور یہیں سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ اس مسئلہ میں مذہب کو دخل نہ ماننا محض جہالت وسخت سفاہت ہے بلکہ حقیقتاً روایت قرائے جزئیت میں کچھ دخل نہ دیا واژگوں فہموں نے اُلٹا سمجھ لیا آخر امام قرطبی وغیرہ کا ارشاد سُن چکے کہ مسئلہ اجتہادیہ ہے علامہ بہاری و علامہ بحر فرماتے ہیں (ترکھا نصف القراء) وھم ابن عامر ونافع بروایۃ الورش وحمزۃ وابو عمرو وقال مطلع الاسرار الالٰھیہ قدس سرہ فی غیر الفاتحۃ (وتواترانہ) صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ واصحابہ وسلم (ترکھا) عند قراءۃ السور لان قراۃ القراء متواترۃ (ولا معنی عند قصد قراءۃ سورۃ ان یترک اولھا) فیجب ان لاتکون جزء ویشھد علیہ ماروی فی الخبر الصحیح عدم الجھر بھا فی الصلاۃ فان قلت قد قرء ھا الباقون من القراء فتواتر قراءتہ علیہ وعلٰی اٰلہ واصحابہ الصلاۃ والسلام فیجب ان تکون جزء قال (وتواتر قراءتھا عنہ) صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (بقراءۃ) القراء (الاٰخرین لایستلزم کونھا) جزء (منھا) لجواز انیکون للتبرک کالاستعاذۃ اسی طرح اور کتب میں ہے مگر جہال زمانہ کو خبر نہیں **افادۂ ثامنہ اقول** روایت اثبات کا اثبات جزئیت عند البسملین سے بھی بے علاقہ ہونا تو ظاہر ہوچکا اور ہم یہ بھی ثابت کر آئے کہ شمار آیات سور دلیل واضح ہے کہ قراء بسملین بھی جزئیت سور نہیں مانتے تاہم اب اگر بالفرض کسی طریقہ سے ثابت بلکہ متواتر بھی ہو کہ امام عاصم کا مذہب جزئیت تھا تو وہ جدا بات ہے اُس میں ہمیں کلام نہیں مذہب میں ہم اُن کے مقلد نہیں نہ اُن کی قرارت کا اتباع برخلاف مذہب اُن کے مذہب پر عمل لابد کر سکے امر واضح پر دلیل روشن درکار ہو تو سنئے شک نہیں کہ ہمارے ائمہ نے قرارت عاصم وروایت حفص اختیار فرمائی اور شک نہیں کہ بالاجماع نماز سریہ وجہریہ سب میں ہمارے یہاں اخفاء بسملہ کا حکم اور شک نہیں کہ مذہب امام پر نماز جہریہ میں ایک آیت کے سہواً اخفاء پر بالاتفاق سجدہ اور عمداً پر اعادہ لازم تو قطعاً ثابت کہ حفص وعاصم اگرچہ جزئیت فاتحہ کی طرح جزئیہ ہر سورت بھی مانتے ہوں مگر اُن کی قرارت اختیار کرنے نے ہمیں عمل قول جزئیت پر مجبور نہ کیا ورنہ ضرور جہریہ میں جہر تسمیہ علی الفاتحہ کا حکم ہوتا اور اُس کا ترک سجدۂ سہو یا اعادہ چاہتا پھر بعد فاتحہ سر سورت پر اتیان بسملہ میں عامۂ متون مذہب مثل ہدایہ و وقایہ ونقایہ واصلاح وغرر وملتقی الابحر وتنویر وغیرہا انکار محض پر ہیں اور اسی پر بدائع وشرح وقایہ وایضاح ودرر وجوہرہ نیرہ ومجمع الانہر وغیرہ

شروح نے مشی فرمائی محققین کے نزدیک اگرچہ اُس کا حاصل کراہت نہیں صرف نفی سنیت ہے کما بیناہ فی فتاوٰنا العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ تاہم اگر اختیار قرأت عاصم اختیار جزئیت لازم کرتا تو نفی سنیت اور التزام ترک بسملہ میں نفی کراہت پر اجماع حنفیہ ناممکن تھا ابھی سنن رواتح سے سُن چکے کہ سورت پڑھتے وقت اُس کے اول سے ایک آیت چھوڑ دینا بے معنی ہے سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ جامع صغیر میں فرماتے ہیں فیہ ھجر شیئ من القراٰن وذٰلک لیس من اعمال المسلمین اھ نقلہ الشامی عن النھر عن الامام فی باب سجود التلاوۃ پس آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ ہمیں عمل قول جزئیت پر مجبور کرنا ہمارے ائمہ کرام کے اجماع تام کے خلاف اور محض اپنے ذہن کی تراشیدہ بات ہے قصد و عدم قصد ختم سے تفرقہ محض جہالت: اختیار قراء عاصم موجب عمل بر جزئیت نہیں تو ختم میں کیا نقصان اور اگر ہے تو فرض میں وجوب جہر کیوں نہیں کیا فرائض میں ہم قرآن بقراءت عاصم نہیں پڑھتے بھلا ختم میں اتنا ہی ہے کہ سنت ناقص رہی یہاں تو واجب ترک ہوتا ہے **افادہ تاسعہ** **اوّل** بطور مناظرہ علی التنزل اگر مان لیجے کہ اختلاف قرار روایت جزئیت و عدم جزئیت ہے تاہم جس نے ختم میں ایک بار بسم اللہ شریف پڑھی اُس نے یقیناً کلام اللہ ختم کیا نقص اگر ہوا تو روایت میں نہ کہ قرآن میں تو پورے قرآن کا ثواب نہ ملنا کیا معنی کیا سنت یہ ہے کہ مثلاً امام عاصم کی روایت تراویح میں پوری کی جائے یا یہ کہ قرآن عظیم کا ختم کامل ہو اگر اول مانو تو محض باطل اور شرع مطہر پر کھلا افترا کس دلیل شرعی کا حکم ہے کہ خاص فلاں روایت کا اتمام مسنون اور ثانی مانو اور وہی حق ہے تو قرآن عظیم تو بالقطع والیقین یوں بھی ختم ہوگیا پھر کامل ثواب نہ ملنا یعنی چہ کیا بعض روایات پر قرآن کامل ہے بعض پر معاذ اللہ ناقص حاش للہ ہر طرح تام و کامل ہے ورنہ لازم آئے کہ بعض بلکہ ہر عرضہ میں حضور پر نور سید العلمین و حضرت جبریل روح الامین صلی اللہ تعالٰی علیہما وسلم میں ناقص قرآن کا دور ہوا ہر قاری کے پاس ناقص قرآن رہا کہ ہر قراءت میں بہ نسبت دوسری کے کچھ نہ کچھ اثبات و حذف ہے اپنے نزدیک تامی عند اللہ تامی کو مستلزم نہیں اور جب عند اللہ تامی تو نقص ثواب کا زعم رب العزت کی جناب میں سوئے ظن ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ○ اگر کہیے گو یہ قرآن فی نفسہ تام و کامل ہے مگر مثلاً امام عاصم کے نزدیک پورا نہ ہوا **اقول** دو حال سے خالی نہیں یا تو قراء کے نزدیک روایات اُخر بھی متواترہ نہیں اور ان میں ایک کا اختیار اس بنا پر کہ اپنے اساتذہ پر یوہیں پڑھا اُن کے نزدیک اپنی ہی روایت متواتر ہوئی تو اتر باقی پر اطلاع نہ ملی علی الاول بلاشبہہ امام عاصم پر یہ اعتقاد فرض کہ کلام الٰہی پورا ختم ہوگیا اگرچہ اُن کی روایت پوری نہ ہوئی اور ثواب کامل اسی پر منوط تھا نہ خاص ان کی روایت پر وعلی الثانی جب ہم پر مہر نیمروز و ماہ نیم ماہ کی طرح اُن روایات کا تواتر روشن ہوگیا تو امام عاصم کا نہ جاننا مطلع نہ ہونا کچھ حجت نہیں غرض نہ عاصم کی روایت پر ثواب محصور نہ عاصم کے خیال کی تقلید ضرور جبکہ بالقطع والیقین حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اُس کا خلاف بتواتر ماثور کیا مزے کی بات ہے کہ امام مذہب بلکہ انصافاً امام الائمہ ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب تو محض اپنے اس زعم باطل پر چھوڑا جائے کہ اذا صح الحدیث فھو مذھبی قول احناف ہے اور امام عاصم کا ایک خیال کہ عدم اطلاع پر مبنی ہو اُس پر جمود ایسا ضرور کہ اُس کے مقابل حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تواتر قطعی بھی نامنظور **افادہ عاشرہ** اگر بعد طلوع فجر ساطع وظہور حق لامع اپنی خطا پر مطلع ہوکر دعوی نقصان ثواب سے عدول کرکے اس راہ چلیے کہ بلاشبہہ قرآن بھی کامل ختم کامل کا ثواب بھی حاصل مگر جبکہ ہم قراءت امام عاصم اختیار کیے ہوئے ہیں تو ہم پر شرعاً یہی واجب کہ انھیں کی روایت پر قرآن ختم کریں **اقول** یہ بھی محض باطل اتباع قراءت

واحدہ صرف ہنگام روایت واجب ہے کہ روایت احد القراء کا نام کرکے بعض حروف روایت دیگر پڑھے تو کذب فی النسبۃ وتخلیط وتغلیط لازم آئے کہ اس تقدیر پر اس کا مفاد یوں ہوگا کہ یہ لفظ اس طرح اس امام کی روایت ہے حالانکہ وہ اُس کی روایت نہیں تلاوت میں تعیین قراءت واجب نہیں کہ آخر سب قرآن اور سب حق منزل من عند الرحمٰن ہے تو تخصیص بعض وانکار بعض کے کیا معنی اختلاف قراءت مثل اختلاف مذاہب نہیں کہ تعیین واجب یا تلفیق باطل ہو یہاں اگر بعض سور بلکہ ایک سورت کی بعض آیات بلکہ ایک آیت کے بعض کلمات ایک قراءت کے مطابق پڑھے اور بعض دیگر بعض دیگر کے تو عند التحقیق اصلاً ممانعت نہیں جب تک وہ تلفیق موجب اختلال نظم یا فساد معنی نہ ہو اور اگر ایک کلام ختم ہوکر دوسری بات شروع ہو جب تو احق واولی بالجواز ہے خصوصاً جبکہ مجلس متبدل ہو امام خاتم الحفاظ جلال الحق والدین سیوطی اتقان شریف میں امام سید القراء شیخ المقرئین شمس الملۃ والدین ابو الخیر ابن الجزری سے نقل فرماتے ہیں الصواب ان یقال ان کانت احدی القراءتین مرتبۃ علی الاخری منع ذلک منع تحریم کمن یقرؤ فتلقی ادم من ربه کلمت برفعهما او نصبهما اخذا رفع ادم من قراءۃ غیر ابن کثیر ورفع کلمات من قراءته ونحو ذلک مما لایجوز فی العربیۃ واللغۃ ومالم یکن کذلک فرق فیه بین مقام الروایۃ وغیرها فان کان علی سبیل الروایۃ حرم ایضا لانه کذب فی الروایۃ وتخلیط وان کان علی سبیل التلاوۃ جاز ہاں ائمہ کرام نے حفظ دین عوام کو یہ وصیت فرمائی کہ جاہلوں کے سامنے قراءت غریبہ ووجوہ عجیبہ نہ پڑھیں کہ مبادا وہ انکار یا طعن یا استہزا کی آفت میں پڑیں درمختار میں ہے یجوز بالروایات السبع لکن الاولی ان لایقرأ بالغریبۃ عند العوام صیانۃ لدینهم ردالمحتار میں ہے قوله یجوز بالروایات السبع بل یجوز بالعشر ایضا کما نص علیه اهل الاصول اھ قوله بالغریبۃ ای بالروایات الغریبۃ والامالات لان بعض السفهاء یقولون مالایعلمون فیقعون فی الاثم والشقاء ولاینبغی للائمۃ ان یحملوا العوام علی ما فیه نقصان دینهم ولایقرؤ عندهم مثل قراءۃ ابی جعفر وابن عامر وعلی بن حمزۃ والکسائی صیانۃ لدینهم فلعلهم یستخفون او یضحکون وان کان کل القراءات والروایات صحیحۃ قطعیۃ ومشایخنا اختاروا قراءۃ ابی عمرو حفص عن عاصم اھ عن التتارخانیہ عن فتاوی الحجۃ اسی طرح عالمگیریہ وغیرہا میں ہے افادۂ حادیہ عشر

اقول جس مصلحت کے لیے یہاں علمانے پیش عوام روایت غریبہ کی تلاوت سے منع کیا مسئلہ بسملہ میں انصافاً دیکھئے تو ہمارے بلاد میں خاص صورت اخفاء میں ہے کہ یہاں کے تمام حفاظ وقراء وسامعین عامۂ مسلمین کے کان ہر سورت پر جہر بسم اللہ سے اصلاً آشنا نہیں وہ اسے سن کر مخالفت کریں گے طعن واعتراض سے پیش آئیں گے تمہارے زعم میں یہ اعتراض اُس امر پر ہوگا جو قرناً فقرناً حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر ہے اور دوسرا امر جس کے وہ عادی ہیں یعنی اخفا تم خود بھی مقر ہو کہ وہ بھی حق وصحیح اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایسا ہی متواتر ہے تو اُسی کو کیوں نہ لیجیے اور عکس کرکے مسلمانوں میں فتنہ عوام میں شورش کیوں پیدا کیجیے اب اپنے زعم باطل پر تم خود اس کے باعث ہوتے ہو کہ امر متواتر عن المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر مسلمانوں سے انکار واعتراض کراؤ کیا اسی کا شریعت مطہرہ نے حکم دیا ہے کیا اسی پر قاری یا ملا ہونا رہ گیا ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ جب تک بات نئی بیگانہ تازی جدا اکثر مسلمین کے گوش ناآشنا ہو شہرت تام کا ذریعہ نہیں ہوتی مگر بنا ہم بحمداللہ قاریان قرآن قراءت قرآن سے شہرت تام کی نیت کہیں

علمائے کرام ایسے محل پر ترکِ افضل کی رائے دیتے ہیں نہ کہ ترکِ مساوی **امام** علامہ جمال الدین زیلعی نصب الرایہ میں نقل فرماتے ہیں یسوغ للانسان ان یترك الافضل لاجل تالیف القلوب واجتماع الکلمۃ خوفا من التنفیر کما ترك النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بناء البیت علی قواعد ابراھیم لکون قریش کانوا حدیثی عھد بالجاھلیۃ وخشی تنفیرھم بذلك ورای تقدیم مصلحۃ الاجتماع علی ذلك ولما انکر الربیع علی ابن مسعود اکمالہ الصلاۃ خلف عثمٰن قال الخلاف شر وقد نص احمد وغیرہ علی ذلك فی البسملۃ وفی وصل الوتر وغیر ذلك مما فیہ العدول عن الافضل الی الجائز المفضول مراعاۃ لائتلاف المامومین اولتعریفھم السنۃ وامثال ذلك وھذا اصل کبیر فی سد الذرائع یہ سب اس تقدیر پر تھا کہ بفرضِ باطل قطعیت جزئیت مان لی جائے ورنہ حق وتحقیق کا ایضاح پہلے ہوچکا اُس تقدیر پر قاری وملّا اپنی اس تنفیر واثارتِ فتنہ کی حد بائیں یہاں تو بداہۃً عوام اُس غیر قصدی الزام سے بھی محفوظ اور یہ تنفیر وایقاعِ اختلاف ویسے مستند معتمد سے نامحفوظ کما لایخفی واللہ الھادی

افادۂ ثانیہ عشر یہاں تک دعوی قطعیت جزئیت ولزوم نقصان ختم کا رد تھا کہ بحمد اللہ باحسن وجوہ ظاہر ہوا اب بعونہٖ تعالٰی جہر واخفا کی طرف چلیے تراویح میں جہرِ بسملہ کا حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر کہنا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر صریح افترا ہے تواتر درکنار زنہار کسی حدیث آحاد سے بھی اس کا ثبوت نہیں جہر فی التراویح توجدا مطلقاً کسی نماز میں حضور والا صلوات اللہ وسلامہ علیہ کا بسم اللہ شریف جہر سے پڑھنا ہرگز ہرگز متواتر نہیں تواتر کیسا نفس ثبوت میں تحتِ کلام ونزاع ہے **امام** حافظ عقیلی کتاب الضعفاء میں لکھتے ہیں لایصح فی الجھر بالبسملۃ حدیث مسند بسم اللہ میں کوئی حدیث مسند صحیح نہیں ذکرہ فی عمدۃ القاری **امام** دارقطنی فرماتے ہیں لم یصح فی الجھر حدیث جہر تسمیہ میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی ذکرہ فی عنایۃ القاضی یہی امام دارقطنی جب مصر تشریف لے گئے کسی مصری کی درخواست سے دربارۂ جہر ایک جز تصنیف فرمایا بعض مالکیہ نے قسم دے کر پوچھا کہ اس میں کون سی حدیث صحیح ہے آخر براہِ انصاف اعتراف فرمایا کہ کل ماروی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الجھر فلیس بصحیح نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جہر میں جو کچھ روایت کیا گیا ہے اُس میں کچھ صحیح نہیں ذکرہ الامام الزیلعی عن التنقیح عن شایخہ عن الدارقطنی والمحقق فی الفتح **امام** ابن الجوزی نے کہا لم یصح عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الجھر شیئ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جہر بسم اللہ میں کوئی روایت صحیح نہیں ذکرہ القاری فی المرقاۃ یہاں تک کہ تنقیح میں احادیث جہر لکھ کر فرماگئے ھذہ الاحادیث لایحسن بمن لہ علم بالنقل ان یعارض بھا الاحادیث الصحیحۃ ولولا ان یعرض للمتفقہ شبہۃ عند سماعھا فیظنھا صحیحۃ لکان الاضراب عن ذکرھا اولی ویکفی فی ضعفھا اعراض المصنفین للمسانید والسنن عن جمھورھا خلاصہ یہ کہ وہ احادیث نہ احادیث صحیحہ کے مقابل نہ ذکر کے قابل ولہذا مصنفان مسانید وسنن نے اُن کے ذکر سے اعراض کیا نقلہ فی نصب الرایۃ خود پیشوائے وہابیہ ابن القیم نے اپنی کتاب مسمی بالھدی میں لکھا صحیح تلك الاحادیث غیر صریح وصریحھا غیر صحیح ان حدیثوں میں جو صحیح ہے وہ جہر میں صریح نہیں اور جو جہر میں صریح ہے وہ صحیح نہیں نقلہ امام الوھابیۃ الشوکانی فی نیل الاوطار **امام** زیلعی تبیین الحقائق میں فرماتے ہیں الحاصل ان احادیث الجھر لم تثبت خلاصہ یہ کہ جہر کی حدیثیں ثابت نہ ہوئیں اثرہ السید الازھری فی الفتح **امام** زیلعی نصب الرایہ میں فرماتے ہیں

هذه الاحادیث کلها لیس فیها صریح صحیح ولیست مخرجة فی شیئ من الصحیح ولا المسانید ولا السنن المشهورة وفی رواتها الکذابون والضعفاء والمجاهیل الخ ان حدیثوں میں کوئی حدیث صریح وصحیح نہیں نہ یہ صحاح ومسانید وسنن مشہورہ میں مروی ہوئیں انکی روایتوں میں کذاب، ضعیف، مجہول لوگ ہیں۔ امام عینی عمدة القاری میں فرماتے ہیں احادیث الجهر لیس فیها صریح بخلاف حدیث الاخفاء فانه صحیح صریح ثابت فی الصحیح والمسانید المعروفة والسنن المشهورة جہر کی حدیثوں میں کوئی حدیث صحیح وصریح نہیں بخلاف حدیث اخفا کہ وہ صحیح وصریح اور صحاح ومسانید وسنن مشہورہ میں ثابت ہے امام اعظم ابوحنیفہ[1] وامام مالک[2] وامام شافعی[3] وامام احمد[4] چاروں ائمہ مذہب اور بخاری[5] ومسلم[6] وابوداود[7] وترمذی[8] ونسائی[9] وابن ماجہ[10] چھوں ائمہ حدیث اور دارمی[11] وطحاوی[12] وابن خزیمہ[13] وابن حبان[14] ودارقطنی[15] وطبرانی[16] وابویعلی[17] وابن عدی[18] وبیہقی[19] وابونعیم[20] وابن عبدالبر[21] وغیرہم اکابر حفاظ واجلۂ محدثین اپنی صحاح وسنن ومسانید ومعاجیم میں باسانید کثیرہ حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وخلف ابی بکر وعمر وعثمٰن فلم اسمع احدا منهم یقرؤ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم هذا لفظ مسلم وفی لفظ للامام احمد والنسائی وابن حبان فی صحیحه وغیرهم باسناد علی شرط الصحیح کما افاده فی الفتح کانوا لایجهرون ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم وفی لفظ لابن خزیمة والطبرانی وابی نعیم کانوا یسرون ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم ولابن ماجة فکلهم یخفون بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں نے حضور اقدس رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابوبکر صدیق وعمر فاروق وعثمٰن غنی کے پیچھے نماز پڑھی ان میں کسی کو بسم اللہ شریف پڑھتے نہ سنا وہ بسم اللہ شریف کا جہر نہ فرماتے تھے وہ بسم اللہ شریف آہستہ پڑھتے تھے یہ وہ حدیث جلیل ہے جس کی تخریج پر چاروں ائمہ مذہب اور چھوں اصحاب صحاح متفق ہیں بلکہ طبرانی نے انھیں سے روایت کی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یسر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم وابابکر وعمر وعثمٰن وعلیا بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابوبکر وعمر وعثمٰن وعلی رضی اللہ تعالٰی عنہم بسم اللہ شریف آہستہ پڑھتے تھے امام الائمہ امام ابوحنیفہ وامام محمد وترمذی ونسائی وابن ماجہ وغیرہم ابن عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی قال سمعنی ابی وانا اقول بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فقال ای بنی ایاك والحدث قال ولم ار احدا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان ابغض الیه الحدث فی الاسلام یعنی منه قال وصلیت مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومع ابی بکر ومع عمر ومع عثمٰن فلم اسمع احدا منهم یقولها فلا تقلها، انت اذا صلیت فقل الحمد للہ رب العٰلمین یعنی مجھے میرے باپ نے نماز میں بسم اللہ شریف پڑھتے سنا فرمایا اے میرے بیٹے بدعت سے بچ ابن عبداللہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے صحابہ میں اُن سے زیادہ کسی کو اسلام میں نئی بات نکالنے کا دشمن نہ دیکھا انھوں نے فرمایا میں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابوبکر صدیق وعمر فاروق وعثمٰن غنی رضی اللہ تعالٰی عنہم کے ساتھ نماز پڑھی کسی کو بسم اللہ شریف پڑھتے نہیں سنا تم بھی نہ کہو جب نماز پڑھو الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرو اُنھیں عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کسی امام کو بسم اللہ جہر سے پڑھتے سنا پکار کر فرمایا یا عبداللہ انی صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابی بکر وعمر وعثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنهم فلم اسمع احدا منهم یجهر بها اے خدا کے بندے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابوبکر وعمر وعثمٰن رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھیں اُن میں کسی کو بسم اللہ جہر سے پڑھتے نہ سنا رواه الامام الاعظم ذکره فی الفتح امام اعظم وامام محمد وامام احمد

وامام طحاوی وامام ابوعمر ابن عبدالبر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی الجهر ببسم الله الرحمٰن الرحیم قراءة الاعراب بسم اللہ شریف آواز سے پڑھنی گنواروں کی قرارت ہے نیز اُسی جناب سے مروی ہوالم یجهر النبی صلی الله تعالی علیه وسلم بالبسملة حتی مات نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی بسم اللہ شریف کا جہر نہ فرمایا یہاں تک کہ دنیا سے تشریف لے گئے ذکرہ المحقق فی الفتح اثرم بسند صحیح عکرمہ تابعی شاگرد خاص حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی انا اعرابی ان جهرت ببسم الله الرحمن الرحیم میں گنوار ہوں اگر بسم اللہ شریف جہر سے پڑھوں سعید بن منصور اپنی سنن میں راوی حدثنا حماد بن زید عن کثیر بن شنظیر ان الحسن سئل عن الجهر بالبسملة فقال انما یفعل ذلك الاعراب یعنی امام حسن بصری سے جہر بسم اللہ کا حکم پوچھا گیا فرمایا یہ گنواروں کا کام ہے ابن ابی شیبہ اپنے مصنف میں امام ابراہیم نخعی تابعی سے راوی الجهر ببسم الله الرحمٰن الرحیم بدعة بسم اللہ شریف جہر سے کہنا بدعت ہے اثرم انھیں سے راوی ما ادرکت احدا یجهر ببسم الله الرحمٰن الرحیم والجهر بها بدعة میں نے صحابہ وتابعین میں کسی کو بسم اللہ شریف کا جہر کرتے نہ پایا اُس کا جہر بدعت ہے سبحٰن اللہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تواتر درکنار ان حضرات عالیہ کے نزدیک کچھ بھی ثبوت ہوتا تو کیا یہ اجلۂ صحابہ وتابعین معاذ اللہ اُسے بدعت بتاتے یا گنواروں کا فعل کہہ سکتے ولکن الجهلة یقولون مالا یعلمون نہایت کہ امام الفقہا امام المحدثین احد الاولیا احد المجتہدین سیدنا امام سفین ثوری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اختیار جہر بسم اللہ کا قول سخت مہجور ومجور مانا اور اُس کے اخفا کو افضل واولٰی سمجھنا تتمۂ عقائد اہل سنت جانا محدث لالکائی کتاب السنۃ میں بسند صحیح راوی حدثنا المخلص نا ابوالفضل شعیب بن محمد نا علی بن حرب بن بسام سمعت شعیب بن جریر یقول قلت لسفین الثوری حدث بحدیث السنة ینفعنی الله به فاذا وقفت بین یدیه قلت یارب حدثنی بهذا سفین فانجوانا وتوخذ قال اکتب بسم الله الرحمٰن الرحیم القراٰن کلام الله غیر مخلوق (وجعل یسرد الی ان قال) یا شعیب لا ینفعك ماکتبت حتی تری المسح علی الخفین وحتی تری ان اخفاء بسم الله الرحمٰن الرحیم افضل من الجهر به وحتی تؤمن بالقدر (الی ان قال) اذا وقفت بین یدی الله فسئلت عن هذا فقل یارب حدثنی بهذا سفین الثوری ثم خل بینی وبین الله عزوجل یعنی شعیب بن جریر نے امام سفین ثوری سے کہا مجھے عقائد اہل سنت بتا دیجیے کہ اللہ عزوجل مجھے نفع بخشے اور جب میں اُس کے حضور کھڑا ہوں تو عرض کردوں کہ الٰہی یہ مجھے سفین نے بتائے تھے تو میں نجات پاؤں اور جو پوچھ گچھ ہو آپ سے ہو فرمایا لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں اور اسی طرح اور عقائد و مسائل لکھوا کر فرمایا اے شعیب یہ جو تم نے لکھا تمھیں کام نہ دے گا جب تک مسح موزہ کا جواز نہ مانو اور جب تک یہ اعتقاد نہ رکھو کہ بسم اللہ کا آہستہ پڑھنا آواز سے پڑھنے سے افضل ہے اور جب تک تقدیر الٰہی پر ایمان نہ لاؤ جب تم اللہ عزوجل کے حضور کھڑے ہو اور تم سے سوال ہو تو میرا نام لے دینا کہ یہ عقائد و مسائل مجھے سفین ثوری نے بتائے پھر مجھے اللہ تعالٰی کے حضور چھوڑ کر الگ ہو جانا امام ذہبی طبقات الحفاظ میں فرماتے ہیں هذا ثابت عن سفین وشیخ المخلص ثقة یہ روایت سفین سے ثابت ہے اور راوی ثقہ واللہ تعالٰی اعلم **افادۂ ثالثہ عشر اقول** ہم آفتاب روشن کی طرح ثابت کر آئے کہ اگر بفرض باطل مذہب عاصم جزئیت ہر سورت صحیح تاہم اختیار قرارت عاصم ہمیں اختیار جزئیت پر مجبور نہیں کرسکتا یہ ہیں اگر بالفرض عاصم سے ثابت ہو حالانکہ ہرگز

ثابت نہیں کہ اُن کا طریقہ نماز میں ہر جگہ جہر بسم اللہ تھا تاہم اُن کی قراءت اختیار کرنی ہرگز اسے مستلزم نہیں کہ نماز میں دربارۂ جہر و اخفا اُن کی پیروی ضرور ہو کہ یہ مسئلہ فقہیہ ہے اور ہم فقہ میں اُن کے مقلد نہیں آخر نہ دیکھا کہ ہمارے ائمہ کرام نے اُن کی قراءت اختیار فرمائی اور نماز میں بسم اللہ شریف کے اخفا کا حکم دیا لاجرم ہمارے علما نے صاف صریح تصریح فرمائی کہ جہر و اخفائے بسم اللہ شریف میں امام قراءت کا اتباع بیرون نماز ہے نماز میں اخفا ہی کرے اور بیرون نماز بھی اتباع قاری خاص صرف بروجہ اولویت ہے نہ بطور وجوب ولزوم وضرورت لما قدمنا ان القراءات کلہا حقۃ بالیقین لا احتمال فیہا للخطأ ولا ینافی بعضہا بعضا فلا حجر فی شیئ منہا لا جمعا ولا افرادا مالم یؤد التلفیق الی التغییر بخلاف المجتہدات الخلافیۃ فان المجتہد یخطئ ویصیب فلا نعدو عما اعتقدنا انہ صواب یحتمل الخطأ الی ما ظننا انہ خطأ یحتمل الصواب ولئن لفقت لربما تتفق الاقوال علی فساد العمل۔ **مجتبٰی** شرح قدوری پھر **کفایہ** شرح ہدایہ پھر **ردالمحتار** حاشیہ درمختار میں ہے لایجہربہا فی الصلوۃ عندنا خلافا للشافعی وفی خارج الصلاۃ اختلاف الروایات والمشایخ فی التعوذ والتسمیۃ قیل یخفی التعوذ دون التسمیۃ والصحیح انہ یتخیر فیہما ولکن یتبع امامہ من القراء وہم یجہرون بہما الا حمزۃ فانہ یخفیہما اھ بحمد اللہ تعالٰی یہ خیالات جدیدۂ وہابیہ کے رد میں ہمارے علما کا نص صریح ہے

افادۂ رابعہ عشر اقول وباللہ التوفیق حقیقت امر یہ ہے کہ روایات قراء طبقۃً فطبقۃً قرنًا فقرنًا بذریعہ تدریس وتعلیم وتلقی تلامذہ عن الشیوخ ہیں تو یہ جہر و اخفا اوقات تعلیم و اقرا کی خبر دیتے ہیں نہ خاص حال نماز کی حضور پرنور سید العٰلمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد تو طریقہ تعلیم قرآن عظیم معین رہا کہ تلامذہ پڑھتے استاذ سنتے بتاتے نہ یہ کہ نمازوں میں سُن سُن کر سیکھتے جس میں سوال وجواب وتفہیم وتفہم کا کوئی موقع نہیں بیرون نماز بھی قراءت شیوخ کا دستور نہ تھا بلکہ اسے ناکافی سمجھتے اگرچہ یہاں ممکن تھا کہ جو طرز ادا تلمیذ کی سمجھ میں نہ آتا دریافت کرلیتا استاذ اعادہ کردیتا **اتقان شریف** میں ہے اوجہ التحمل عند اہل الحدیث السماع من لفظ الشیخ والقراءۃ علیہ والسماع علیہ بقراءۃ غیرہ والمناولۃ والاجازۃ والمکاتبۃ والوصیۃ والاعلام والوجادۃ فاما غیر الاولین فلا یاتی ہنا لما یعلم مما سنذکرہ واما القراءۃ علی الشیخ فہی المستعملۃ سلفا وخلفا واما السماع من لفظ الشیخ فیحتمل ان یقال بہ ہنا لان الصحابۃ رضی اللہ عنہم انما اخذوا القراٰن من فی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لکن لم یأخذ بہ احد من القراء والمنع فیہ ظاہر لان المقصود ہنا کیفیۃ الاداء ولیس کل من سمع من لفظ الشیخ یقدر علی الاداء کہیأتہ بخلاف الحدیث فان المقصود فیہ المعنی او اللفظ لا بالہیأت المعتبرۃ فی اداء القراٰن واما الصحابۃ فکانت فصاحتہم وطباعہم السلیمۃ تقتضی قدرتہم علی الاداء کما سمعوہ من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لانہ نزل بلغتہم ومما یدل للقراءۃ علی الشیخ عرض النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم القراٰن علی جبریل فی رمضان کل عام اھ اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اگرچہ بسبب کمال افادۂ حضور مفیض اعلٰی کامل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ونہایت استعداد نفوس قوابل رضی اللہ تعالٰی عنہم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سن کر سیکھا مگر وہ بھی بطور تعلیم وتلقین ظاہر وباطن ونظم ومعنی وحکم وحکمت تھا نہ یوں کہ صرف نماز میں قراءت اقدس سے لفظ یاد کرلیے صحابۂ کرام دس دس آیتیں مع اُن کے علم وعمل کے سیکھتے جب اُن پر قادر ہوجاتے پھر اور تعلم فرماتے اسی طرح امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بارہ برس میں سورۂ بقرہ

حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پڑھی جب ختم فرمائی ایک اونٹ ذبح کیا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے آٹھ سال میں پڑھی کہ جس قدر تدبر زائد دیر زائد ابن عساکر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی قال کنا اذا تعلمنا من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عشر اٰیات من القراٰن لم نتعلم العشر التی بعدھا حتی نعلم ما فیہ فقیل لشریک من العمل قال نعم ابوبکر بن ابی شیبہ اپنی مصنف میں ابوعبدالرحمٰن اسلمی سے راوی قال حدثنا من کان یقرئنا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انھم کانوا یقترؤن من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عشر اٰیات ولا یأخذون فی العشر الاخری حتی یعلموا ما فی ھذہ من العلم والعمل فعلمنا العلم والعمل ابن سعد طبقات میں بطریق عبداللہ بن جعفر عن ابی الملیح عن میمون اور امام مالک موطا میں بلاغاً راوی ان ابن عمر تعلم البقرۃ فی ثمان سنین خطیب بغدادی کتاب رواۃ مالک میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی قال تعلم عمر البقرۃ فی اثنتی عشرۃ سنۃ فلما ختمھا نحر جزورا تو ظاہر ہوا کہ یہ روایات جہر و اخفا قراءات خارج از نماز کی نقل ہیں اب بحمداللہ تعالٰی اُس ارشاد علما کا راز واضح ہوا کہ بیرون نماز اتباع امام قراءت مناسب ہے اس کی نظیر منیر مسئلہ تعوذ ہے عامہ قرا کا اُس کے جہر پر اتفاق ہے امام اجل ابوعمرو دانی نے اس پر اجماع اہل ادا نقل فرمایا امام عارف باللہ شاطبی نے باوصف حکایت خلاف تصریح فرمائی کہ ہمارے حفاظ و رواۃ اُس کا اخفا نہیں مانتے تیسیر باب ذکر الاستعاذہ میں ہے لا اعلم خلافا بین اھل الاداء فی الجھر بھا عند افتتاح القراٰن وعند الابتداء برؤس الاجزاء وغیرھا فی مذھب الجماعۃ اتباعا للنص واقتداء بالسنۃ حرز الامانی و وجہ التہانی میں ارشاد فرمایا ؎ اذا ما اردت الدھر تقرء فاستعذ ٭ جھارا من الشیطان باللہ مسجلا سراج القاری میں ہے" قولہ مسجلا ای مطلقا لجمیع القراء وفی جمیع القرآن" پھر فرمایا ؎ واخفاؤہ فصل اٰباہ وعاتنا ٭ وکم من فتی کالمھدوی فیہ اعملا[1] شرح میں ہے ای روی اخفاء التعوذ عن حمزۃ ونافع اشار الی حمزۃ بالفاء من فصل والی نافع بالالف من اباہ وجھر بہ الباقون وھم ابن کثیر و ابوعمرو وابن عامر وعاصم والکسائی ھذا ھو المقصود بھذا النظم بالباطن وفیہ بظاھرہ علی ان من ترجع قراءتہ الیھم من الائمۃ ابوا الاخفاء ولم یاخذوا بہ بل اخذوا بالجھر للجمیع ولذلک امر بہ مطلقا فی اول الباب اب کون عاقل کہے گا کہ یہ اطباق جمہور رواۃ و اتفاق جمیع اہل ادا نماز و غیر نماز سب کو شامل وہ سب تمام قرا کے طور پر نماز میں بھی اعوذ بجہر پڑھتے تھے حاشا بلکہ قطعاً یہ روایات و نقول سب محل روایت و تلاوت بیرون نماز سے متعلق ہیں لاجرم شرح میں فرمایا قولہ فاستعذ جھارا ھو المختار لسائر القراء وھذا فی استعاذۃ القاری علی المقری او بحضرۃ من یسمع قراءتہ امامن قرأ خالیا او فی الصلوۃ فالاخفاء اولی امام جلیل جلال سیوطی اتقان میں کتاب النشر امام القراء محمد محمد محمد ابن الجزری سے ناقل المختار عند ائمۃ القراءۃ الجھر بھا وقیل یسر مطلقا وقیل ماعدا الفاتحۃ وقد اطلقوا اختیار الجھر وقیدہ ابوشامہ بقید لابد منہ وھو ان یکون بحضرۃ من یسمعہ لان الجھر بالتعوذ اظھار شعار القراءۃ کالجھر بالتلبیۃ وتکبیرات العید ومن فوائدہ ان السامع ینصت للقراءۃ من اولھا لایفوتہ منھا شیئ واذا اخفی التعوذ لم یعلم السامع بھا الابعد ان فاتہ

---

[1] ای وان جاءت الروایۃ علی اخفاء فصلھا ۱۲ منہ

من المقروشیئ وھذا المعنی ھوالفارق بین القراءۃ فی الصلاۃ وخارجہا اھ **افادۂ خامسہ عشر** قرآنیت بسم اللہ ضرور حق ہے مگر وہ ہرگز من حیث الروایہ ثابت نہیں بلکہ کتابت مصاحف واجماع علی التجرید سے ولہذا جب امام ولی صالح قدس سرہ المجید نے قصید میں فرمایا ؎ وسیمل بین السورتین بسنۃ ؛ رجال نموھا درایۃ وتحملا ؛ شارح علامہ نے صاف تصریح فرمادی کہ اراد بالسنۃ التی نموھا کتابۃ الصحابۃ لھا فی المصحف پھر اس کا حاصل بھی صرف اس قدر کہ بسم اللہ کلام الٰہی ہے نہ یہ کہ ہر سورت کی جزہے یا ختم میں ہر جگہ اس کا جہر لازم کما مرفی الافادۃ السادسۃ اور جب اسے چھوڑکر نفس روایت بمعنی متعارف کی راہ لیجیے اور صرف اس کی صحت کو مناط مان کر اثبات مدعا کا حوصلہ کیجیے تو یہ محض باطل وہوس عاطل فقط صحت روایت پر مدار قراءت ہونے سے کیا مقصود ہے آیا یہ کہ صرف اس قدر سے قرآنیت ثابت ہوجاتی ہے تو قطعاً مردود کہ قرآنیت بے دلیل قطعی یقیناً مفقود افادۂ ششم میں اس کا بیان موجود **اقول** ولانسلم ان فی الفرش حتی عن السبعۃ مالم یتواتروان اشتھر بل القراٰن متواتر قطعا بجمیع اجزائہ وان لم تقف انت علی تواتر بعضہ فلیس من شرط المتواتر تواترہ عندك اتقان میں ہے لاخلاف ان کل ماھو من القراٰن یجب ان یکون متواترا باصلہ واجزائہ واما فی محلہ ووضعہ وترتیبہ فکذلك عند محققی اھل السنۃ لان العادۃ تقضی بالتواتر فی تفاصیل مثلہ لان ھذا المعجز العظیم الذی ھواصل الدین القویم والصراط المستقیم مما تتوفر الدواعی علی نقل جملہ وتفاصیلہ فما نقل اٰحادا ولم یتواتر یقطع بانہ لیس من القراٰن قطعا الخ اور اگر یہ مراد کہ جب روایت صحیح ہو رد نہ کریں گے صرف اسی قدر پر پڑھنا جائز سمجھیں گے تو **اولا** یہ بھی چاروں مذہب میں باطل جمہور محققین قرا ومحدثین وفقہا واصولیین اس کے بطلان کے قائل **اقول** کیف لا وانما الکلام فی قراءتہ قراٰنا وھی موقوفۃ علی ثبوت قراٰنیتہ الموقوف علی تواترھا والا فلاشك فی جواز قراءۃ الاحاد بل الشواذ للاحتجاج بھا فی حکم کخبرالواحد اوالاستشھاد بھا علی مسئلۃ ادبیۃ مثلا اذا لم یعتقد قراٰنیتھا ولم یوھمھا والاحرم باجماع مسلمین کما نص علیہ فی غیث النفع عن ابی القاسم النویری فی شرح طیبۃ النشر عن الامام ابی عمر فی التمہید غیث النفع میں ہے مذھب الاصولیین وفقھاء المذاھب الاربعۃ والمحدثین والقراء ان التواتر شرط فی صحۃ القراءۃ ولاتثبت بالسند الصحیح غیرالمتواتر ولو وافقت رسم المصاحف العثمانیۃ والعربیۃ وقال الشیخ ابو محمد مکی القراءۃ الصحیحۃ ماصح سندھا الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وساغ وجھھا فی العربیۃ ووافقت خط المصحف وتبعہ علی ذلك بعض المتأخرین ومشی علیہ ابن الجزری فی نشرہ وطیبتہ وھذا قول محدث لایعول علیہ ویؤدی الی تسویۃ غیرالقراٰن بالقراٰن ولا یقدح فی ثبوت التواتر اختلاف القراء فقد تواتر القراءۃ عند قوم دون قوم الخ اور بعض متاخرین کہ جائز رکھتے ہیں وہ بھی شہرت واستفاضہ وقبول قرا شرط کرتے ہیں مجرد صحت روایت پر قناعت کسی معتمد فی الفن کا قول نہیں خود امام ابن الجزری جنھوں نے نشر میں یہ ضابطہ باندھا کہ کل قراءۃ وافقت العربیۃ ولوبوجہ ووافقت احدی المصاحف العثمانیۃ ولو احتمالا وصح سندھا فھی القراءۃ الصحیحۃ انھیں نے اس ضابطہ کی تشریح میں آپ ہی فرمایا اذاکانت القراءۃ مما شاع وذاع وتلقاہ الائمۃ بالاسناد الصحیح اذھوالاصل الاعظم والرکن الاقوم پھر فرمایا نعنی بہ ان

یروی تلک القراءۃ العدل الضابط عن مثلہ وھکذا حتی تنتھی وتکون مع ذلک مشھورۃ عند ائمۃ ھذا الشان امام جلیل جلال سیوطی جنھوں نے یہاں کلام امام القراء کی تعریف کی اگرچہ اس کے بعد وہ کلام مذکور سابق افادہ فرمایا جس نے اُس کے مضمون کی تضعیف[1] کی اعنی لاخلاف ان کل ماھو من القراٰن یجب ان یکون متواترا الی اٰخر ما مر اس کلام کی تلخیص میں فرماتے ہیں اتقن الامام ابن الجزری ھذا الفصل جدا وقد تحرر لی منہ ان القراءات انواع الاول المتواتر الثانی المشھور وھو ما صح سندہ ولم یبلغ درجۃ التواتر ووافق العربیۃ والرسم واشتھر عند القراء ویقرأ بہ علی[2] ما ذکرہ ابن الجزری الثالث الاٰحاد وھو ما صح سندہ وخالف الرسم او العربیۃ اولم یشتھر الاشتھار المذکور ولا یقرأ بہ اھ **ثانیا** اگر بالفرض یہ مسلم بھی ہو تو اس سے حاصل کتنا جواز قراءت نہ بروجہ قرآنیت۔ یہ محض ایک امر زائد وخارج ہے جس سے نہ لزوم وضرورت ثابت ہوسکے نہ بحال ترک کسی عاقل کے نزدیک حکم نقصان ختم کی راہ ملے اللھم الا عند مجنون نابذ العقول لایسمع ما یقال ولایدری ما یقول **بالجملہ** یہاں تین چیزیں اثبات مبسلین کتابت مصاحف روایت منصوصہ **اول** تو اولاً بحث سے محض برکراں جس سے جزئیت سور درکنار قرآنیت کا اثبات بھی ظاہر البطلان **ثانیاً** روایات جہر واثبات سب بیرون نماز کی حکایات اُس سے مطلق نماز یا خاص تراویح پر حکم ناقابل التفات **ثالثاً** بفرض باطل بطور مناظرہ ادعائے نقصان ختم میں یوں بھی کلام کہ خلاف واثبات دونوں طور پر قرآن تمام **دوم** ثبوت قرآنیت پر ضرور دلیل مبین مگر حاشا جزئیت سور وجہر فی الصلاۃ سے علاقہ نہیں نہ تکرر نزول تعدد آیات پر دلیل معقول تو ایک بار پر اقتصار میں نقصان ختم کا زعم مخذول **سوم** کی دو صورتیں ہیں تواتر یا مجرد صحت اور ہر ایک دربارۂ جہر فی التراویح یا درباب جزئیت بسم اللہ شریف میں تواتر نص تو سرے سے دربارۂ قرآنیت ہی نہیں تا بجزئیت چہ رسد اور جہر مذکور وجزئیت سور میں نفس صحت معدوم تا بتواتر چہ کشد خود قائلان جزئیت مصرحان ظنیت ونافیان قطعیت اور عند التحقیق انتفائے قطعیت خود انتفائے جزئیت ولہذا اصحابہ وتابعین وجمہور ائمہ دین کو اس سے انکار اور قول جزئیت کے محدث ونوپیدا ہونے کا صاف اظہار ہاں صرف دربارۂ فاتحہ بعض اخبار آحاد مذکور کہ عند المحققین مخالفت قاطع کے سبب مہجور اور مجرد صحت روایت پر اقتصار وقناعت باطل ومقہور پھر علی التسلیم اُن سے ثابت ہوگا تو وہ امر جدید جو دعوے مخالف کے عموم وخصوص دونوں کا مخالف ورد شدید یعنی صرف جزئیت فاتحہ تو ہر سورت پر جہر کے لیے یہ تعمیم سور کارد ہوا اور فاتحہ کے ساتھ فرائض جہریہ میں اخفاکس وجہ سے اس نے تخصیص تراویح کو باطل کیا یہ تو امور ثابتہ تھے ولو بوجہ جن میں مخالف کے لیے اصلا سند نہ کوئی صورت کسی پہلو پر اُس کی مستند اور یہیں سے واضح کہ مسئلے کو منصوصہ قطعیہ اجماعیہ غیر اجتہادیہ ماننا مذہب کو اُس میں دخل نجاننا محض جہل مستزاد اب نہ رہا مگر یہ جاہلانہ زعم زاعم کہ جزئیت سور یا جہر فی التراویح مذہب عاصم اور اُن کی قراءت کے آخذ پر جہر واخفا نماز میں اُن کا اتباع لازم اول ائمہ قراءت پر افترا وتہمت اور ثانی محض جہل وسفاہت مخالفت تصریح ائمہ حنفیت غرض حفاظ حنفیہ پر سرہر سورت پر جبر جہر محض ظلم وقہر نہ شرع سے اُس پر دلیل قائم بلکہ دلائل شرعیہ اصلیہ وفرعیہ ہمارے قول پر حاکم ہمارے ہی قول کی ناصر وراعی مصالح شرعیہ ہمارے ہی قول کی طرف داعی وللہ الحمد والمنہ والصلاۃ والسلام علی نبینا سید الانس والجنۃ والہ وصحبہ سادات الجنہ۔ اٰمین۔

[1] بلکہ یہاں بھی ایک لفظ سے اپنی براءت اُس سے ظاہر فرمادی کما سیاتی ۱۲ منہ
[2] ھذہ کلمۃ التبری ۱۲ منہ

تذییل

الحمدللہ آفتاب عالمتاب حق وصواب بے نقاب وحجاب شک وارتیاب جلوہ فرمائے منظر احباب ہوا اب کیا حاجت کہ حشویات زائدہ ولغویات بے فائدہ کے ردو ابطال میں تضیع وقت کیجئے زید بے قید اپنی شدت جہالت وقوت سفاہت کے باعث خود اس قابل نہیں کہ اُسکی بات قابل التفات ہو اُس نے کوئی مطلب روشن علم پر تحریر نہ کیا زور تناقض وشور تعارض نے جابجا اپنا ہی لکھا خود رد کر دیا عناد واجترا ومکابرہ وافترا سب وشتم علمائے کرام بیت اللہ الحرام کے ماورا جو باتیں اصل مقصد میں لکھیں اپنے دونوں متبوعوں ہی کے کلام سے اخذکیں متبوعین میں گنگوہی صاحب نے طرفہ تماشا کیا کہ اول تو اپنے پیشوا جناب قاری صاحب کا صاف رد لکھا قاری صاحب نے فرمایا تھا اس مسئلے میں مذہب کو کچھ دخل نہیں گنگوھی صاحب فرماتے ہیں قبلہ یہ باطل مبین دخل نہ ہونا کیا معنی صریح اجتہادیہ ہے حفص کا مذہب جہر امام اعظم کا مذہب اخفا ہے جس کی پیروی کیجئے درست وبجا ہے قاری صاحب جہر فی الختم اگرچہ نماز میں ہو حفص کی روایت ہے عاصم کی قراءت ہے منقول عن الرسول بروجہ صحت ہے گنگوھی صاحب حضرت نہیں بلکہ حفص کی رائے ہے عقلی اجتہاد سے ہاں مذہب سب بجا ہیں یوں حق درشاد ہے قاری صاحب یہ اُن امور سے جن میں نزاع کی گنجائش ہی نہیں یہاں تک کہ بدمذہب بھی خلاف سے کنارہ گزیں گنگوھی صاحب قبلہ یہ لاف ہے صاف گزاف ہے خود ائمہ سنت نزاع کررہے ہیں خود امام اعظم کا صریح خلاف ہے قاری صاحب یہاں چاروں مذہب میں صرف صحت روایت پر مدار کار ہے گنگوھی صاحب حضرت چاروں درکنار خود اپنے مذہب میں اس سے انکار ہے قاری صاحب جب مسئلہ بروایت صحیحہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول ہوچکا خلاف ابوحنیفہ باقی ہی کب رہا اذا صح الحدیث فھو مذھبی قول احناف ہے تو بعد صحت روایت خلاف وتخالف سے مطلع صاف ہے گنگوھی صاحب قبلہ یہ تو بداہۃ مردود خلاف امام اعظم قطعا موجود قاری صاحب بعد صحت روایت کسی مذہب کی کیا حاجت یعنی کوئی خلاف کرے بھی تو کیا قابل سماعت گنگوھی صاحب واہ حضرت سب حق وہدایت جس کی اقتدا کرو اہتدا کی بشارت غرض اولاً قاری صاحب کے خیالات کا ردکلی فرماکر اخیر میں سارا دھڑا قاری صاحب کے سر دھرا کہ یہ سب کچھ ہے مگر حافظوں پر وہی ضرور جو حضرت قبلہ قاری صاحب کو منظور، مُلک خدائے غالب کا حکم جناب قاری صاحب کا جو ہر سورت پر جہر بسم اللہ نہ کرے گا ختم کامل کے ثواب سے محروم پھرے گا **اقول** ان سب خرافاتوں کا ردِ بالغ وطرز بازغ تو طرح طرح سے افادات میں گذرا یہاں حضرت سے **اولاً** اتنا دریافت کرنا ہے کہ جب سب مذہب حق تھے سب کا اتباع ہدایت سب کے اقتدا کی عام اجازت تو اب حفاظ پر خاص ایک ہی کا اتباع کیوں لازم وضرور ہوگیا حفص کا خلاف تو پہلے بھی معلوم ہی تھا اُس وقت تک تو آپ یہی فرمارہے تھے کہ اس میں عیب نہ اُس میں حرج اب قاری صاحب کے فرمان میں کیا کسی تازہ وحی نے نزول کیا جس نے ایک حق کو ناحق ایک ہدایت کو ضلالت ایک جائز کو ناجائز کردیا **ثانیاً** یہ آپ فتوی لکھ رہے ہیں یا کوئی اپنی خانگی پنچایت قاری صاحب کا فرمان حدیث ہے یا آیت یا فقہی روایت کونسی شرعی حجت **ثالثاً** ثبوت تو دیجئے کہ مذہب حفص تمام سور میں جزئیت بسملہ تھا **رابعاً** بلکہ پہلے اسی سے چلئے کہ امام حفص کو منصب اجتہاد حاصل تھا **خامساً** مسئلہ اجتہادیہ ہے یا نہیں اگر نہیں تو اپنے فتوی میں ذکر فرمان

پانی پت تک جو کچھ لکھا سب پر پانی پھیر لیے اور اگر ہاں تو آپ اجتہادیات میں امام اعظم ملت امام ائمہ امت کے مقلد ہیں یا مجتہد العصر پانی پت کے باتباع ہوا تقلید امام کو آگ دکھانا پانی پت کی خاک پر دھونی رمانا کس نے مانا اور یوں بھی سہی تو آپ کو اپنی ذات کا اختیار مسلم حنفیہ کو اُنکے خلاف امام فتوی بتانا کیسا ستم افسوس کہ آپ نے اول تو تقلید شخصی کو ایسا چھوڑا کہ سب مذہب بجا سب پر عمل روا آخر میں پکڑا تو ایسا پکڑا کہ امام کا اتباع متروک و مہجور اور تقلید پانی پت کی ہٹ رکھنی ضرور اس شتر گربگی کی کیا سند صُلت علی الاسد و بُلتُ عن النقد خیر انھوں نے تو سب ڈھلی بگڑی قاری صاحب پر ڈھال کر ان کی ڈھال پکڑی قاری صاحب کی سُنیے تو اُن سے بہت کچھ کہنا ہے یکم وہ بھی کوئی سند نہ لاسکے ایک کتاب کی عبارت بھی نہ دکھا سکے اور عاقل جانتا ہے کہ محل فتوی میں ادعائے بے دلیل ذلیل و علیل دوم سند دکھانا کہاں کا خوب جانتے تھے کہ یہ جلے خلاف مذہب کہے لہذا وہ راہ چلے کہ اتباع مذہب کا جھگڑا ہی نہ رہے اتنی عمر آئی غیر مقلدوں سے معرض ہیں ترک تقلید پر معترض ہیں انھیں گمراہ و مفسد بتایا کرتے ہیں تحریراً و تقریراً جلی کٹی سنایا کرتے ہیں اب کہ اپنا اجتہاد گرمایا وہ کچھ فرمایا کہ انھیں بھی شرمایا بعد صحت روایت کسی مذہب کی کیا حاجت عمل بالحدیث ہی طریق انصاف ہے جب حدیث صحیح ہو پھر کیا خلاف ہے فھو مذھبی خود قول احناف ہے زمانۂ قرار زمانۂ اجتہاد و عمل بالسنہ گزرا تخصیص دلیل ہے کہ جب دور تقلید آیا عمل بالسنہ نے منہ چھپایا حالانکہ تقلید ائمہ ہی عمل بالسنہ ہے اُس کا خلاف صریح فتنہ ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم سوم اذا صح الحدیث تو سُن لیا مگر صحت فقہی و صحت حدیثی میں میں فرق نہ کیا خاص اس باب میں فقیر کا رسالہ **الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی** مطالعہ کیجیے کہ مطلب کھلے شک و ریب کی ظلمت ڈھلے چہارم اگر تلقی و القائے بیرون نماز میں صحت روایت جہر مراد حشم ما روشن دل ما شاد اُس سے تراویح پر حکم خرط القتاد اور اگر خود مطلق نماز یا خاص تراویح میں روایت جہر کی صحت مقصود تو ممنوع و مردود افادہ ۱۲ و ۴ یاد کیجیے اور خدا انصاف دے اذا صح الحدیث سے اپنے عکس مراد کا مژدہ لیجیے کہ حدیث صحیح ہمارے ہی ساتھ اور خصوص تراویح میں تو آپ یک دست خالی ہاتھ پنجم مذہب کو دخل نہ ہونے کی بھی ایک ہی کہی مجرد کسی روایت صحیحہ کا وجود مسئلے کو مجتہد فیہا نہ رکھے یہ تو بداہۃً مردود و کتب معللہ خلافیہ دیکھیے ہزاروں مسائل اجتہادیہ ہیں ہر فریق یا ایک ہی کے پاس ایک یا چند روایات صحیحہ موجود ہاں نص قطعی مشہور متواتر دکھا سکتے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جز ہے یا ختم تراویح میں ہر سورت پر اُس کا جہر چاہیے تو یہ کہنا ٹھکانے سے ہوتا کہ مذہب مسائل اجتہادیہ میں ہوتا ہے نہ ان منقولہ میں اور جب اُس کی قدرت نہیں تو محض زبانی ادعاؤں سے مذہب حنفیہ رد ہوجائے حاشا یہ ہوس ہی ہوس ہے ششم جزئیت جمیع سور میں اختلاف ائمہ قرأت آپ نے کہیں دیکھا یا محض طبعی جودت افادہ ۴ ملاحظہ ہو کہ ماورائے فاتحہ میں قول جزئیت حادث و بے اصل ہے افادہ ۵ مطالعہ ہو کہ سورۂ بقرہ سے سورۂ ناس تک بسم اللہ باتفاق قرا سورت سے خارج امارت فصل ہے ہفتم ایک سو چودہ [114] آیتوں کی کمی کس حساب سے جمی قرآن عظیم میں کل سورتیں اسی قدر ہیں اور براءت میں بالاجماع بسم اللہ نہیں تو بسا مل اوائل ایک سو تیرہ [113] ہی رہیں حفاظ بالاتفاق ایک بار جہر کے عامل تو آپ کے طور پر بھی صرف ایک سو بارہ [112] ہی کا نقصان حاصل چودہ [14] کس گھر سے آئیں کیا حفد و خلع بھی دو سورتیں شمار فرمائیں بالفرض کوئی جاہل حافظ مطلقاً تارک جہر ہی سہی تاہم کیا براءت مستثنی ہوکر بھی گنتی چودہ کی چودہ [114] ہی رہی اس سے تو زید بیچارہ آپ کا مقلد ہی اچھا رہا جس نے کہیں کہیں اپنے خیال سے تیرہ [113] کہا ہشتم یہ تو اہل اہوا گمراہان باطنوی کی خوب ہی حمایتیں فرمائیں قرأت امر منقول ہے

نہ اجتہادی لہٰذا اُس میں کسی بدمذہب کا خلاف نہیں سبحٰن اللہ مگر گمراہوں کا خلاف فروعات ظنیہ اجتہادیہ سے مخصوص یا وہ اشقیا صراحۃً بداہۃً منکر صدہا قواطع ونصوص دیجك یا مقری کانك لاتدری ماعلی لسانك یجری ؎ فانکنت لاتدری الخ تمہیں قرأت میں اہل ہوا کا خلاف نہ ماننا بھی عجب بے خبری ہے یا کوتہ نظری خلاف کی دوصورتیں ہیں ہمارے ائمہ کی کسی قرأت پر طاعن ومنکر ہوں یا کہیں اپنی نئی گڑھت کے مظہر اہل ہوا خذلہم اللہ تعالٰی دونوں راہ چل چکے سردست تحفہ اثنا عشریہ ہی کا تحفہ کافی جسے ہر فارسی خواں بھی سمجھ سکے "باب دوم مکائد روافض قتلہم اللہ تعالٰی میں فرماتے ہیں" کید سیز دہم آنکہ گویند عثمٰن بلکہ ابوبکر وعمر نیز رضی اللہ تعالٰی عنہم قرآن را تحریف کردند وآیات فضائل اہل بیت اسقاط نمودند ازانجملہ وجعلنا علیا صھرك کہ در الم نشرح بود" ایک سنی نے اس پر ظرافۃً کہا ہاں اس کے بعد ایک آیت اور تھی وہ رافضیوں نے گھٹادی یعنی وعلی الروافض قھرك تتمۂ باب چہارم میں اُن اشقیا کا زعم نقل کیا "صحابہ بجائے من المرافق الی المرافق ساختند وبجائے ائمہ ھی ازکی من ائمتکم۔ امۃ ھی اربی من امۃ نوشتند وعلی ہذا القیاس "شرح حدیث ثقلین میں ذکر کیا کلینی رافضی نے کافی میں کہ روافض کے نزدیک اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے روایت کی کسی نے امام جعفر صادق کے حضور قرآن کے کچھ لفظ ایسے پڑھے کہ لوگوں کی قرأت میں نہ تھے امام نے فرمایا کیا ہے ان الفاظ کو نہ پڑھ جیسا لوگ پڑھ رہے ہیں اسی طرح پڑھ یہانتک کہ مہدی آکر قرآن کو ٹھیک ٹھیک پڑھیں اُسی میں روایت ہے امام زین العابدین نے یہ آیت یوں پڑھی وماارسلنا من قبلك من رسول ولانبی ولامحدث نہ بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہ نبی نہ محدّث جس سے فرشتے باتیں کریں اور فرمایا مولٰی علی محدّث تھے اُسی میں روایت ہے امام جعفر صادق نے فرمایا امۃ ھی اربی من امۃ کلام اللہ نہیں اس میں تحریف ہوئی اللہ تعالٰی نے یوں اُتارا تھا ائمۃ ھی ازکی من ائمتکم یہیں شاہ صاحب نے ان ملاعنہ کا زعم نقل فرمایا کہ لفظ ویلك قبل لاتحزن ان اللہ معنا ساقط کردہ اند ولفظ عن ولایۃ علی بعد ازیں آیت وقفوھم انھم مسؤلون ۝ ویملکہ بنوامیۃ بعد خیر من الف شھر وبعلی بن ابی طالب بعد وکفی اللہ المؤمنین القتال وآل محمد ازیں لفظ وسیعلم الذین ظلموا آل محمد ولفظ علی بعد از ولکل قوم ھاد وذکر کل ذلک ابن شھر آشوب المازندرانی فی کتاب المثالب لہ وعلی ھذا القیاس کلمات بسیار وآیات بے شمار را کردہ اند" نیز کلینی نے امام جعفر صادق سے روایت کی انھوں نے امۃ ھی اربی کی جگہ ائمۃ ھی ازکی پڑھا راوی کہتا ہے میں نے عرض کی میں آپ پر قربان جاؤں کیا ائمۃ ہے۔ فرمایا ہاں خدا کی قسم، میں نے کہا لوگ تو اربی پڑھتے ہیں حقارت سے ہاتھ جھٹک کر فرمایا اربی کیا۔ تمہم آپ کے زعم میں بسم اللہ شریف کا جزء ہر سورت ہونا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایۃً صحیح ہوچکا اور آپ تصریح کرتے ہیں کہ باتفاق مذاہب اربعہ یہاں صرف صحت روایت پر مدار ہے ائمہ حنفیہ کا حال تو افادہ ۸ میں ظاہر ہولیا کہ انھوں نے کیونکر آپ کے اس مدار کا دمار نکالا مالکیہ سے پوچھیے وہ کیا فرماتے ہیں ہمارے یہاں تو باوصف جہر سورا خفاہی کا حکم تھا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب مشہور یہ کہ فرضوں میں بسم اللہ ہرگز پڑھے ہی نہیں نہ آواز سے نہ آہستہ روایت اباحت ضعیف ہے پڑھیگا تو نماز مکروہ ہوگی ہاں نفلوں میں اختیار ہے کیا اُنھیں اپنے شہر مبارک مدینہ طیبہ کے امام قرأت حضرت نافع کا حال معلوم نہ تھا کہ بروایت قالون بسم اللہ پڑھتے ہیں علامہ زرقانی مالکی شرح مؤطائے امام مالک میں فرماتے ہیں المشھور من مذھب مالك کراھتھا فی الفرض مقدمۂ عشماویہ علامہ عبدالباری منوفی فی ما

مالکی میں ہے المشہور فی البسملۃ والتعوذ الکراھۃ فی الفریضۃ دون النافلۃ وعن مالک القول بالاباحۃ عمدۃ القاری میں ہے قال ابوعمر قال مالک لایقرأ البسملۃ فی الفرض سرا ولا جہرا وفی النافلۃ ان شاء فعل وان شاء ترک ذرا اس تفریق کو بھی اپنے مدارسے تطبیق دیجئے یازدہم تا شانزدہم تقریر شریف میں یہ فقرات عجیب ہیں کہ زمانۂ قراء سبعہ زمانۂ اجتہاد تھا زمانۂ تابعین تھا ائمہ مذہب تا زمانۂ قراء محتاج الیہ ومحصور نہ تھے بلکہ بعد قراء کے تھے قراء کا مذہب پوچھنا عبث ہے ان فقرات کو مقصود میں بھی کچھ دخل ہے یا برائے بیت ہیں جب آپ کے نزدیک اس مسئلے میں مذہب کو اصلا دخل ہی نہیں تو زمانہ قراء زمانۂ اجتہاد ہو یا عصر تقلید عہد تابعین ہو یا وقت جدید ائمہ مذہب اُس وقت محتاج الیہم ہوں یا یکا یا معدودے چند ہوں یا بے شمار قراء سے سابق ہوں یا لاحق قاری مجتہد ہوں یا مقلد ان امور سے علاقہ ہی کیا رہا اور ان کے خلاف بھی مانیے تو تفاوت کیا فوائے سامی میں اس سے پہلے تین چار سطر کی تقریر اسی کے متعلق کہ زمانہ تبع تابعین ومحدثین تک چار میں حصر مذاہب نہ تھا مجتہدین بکثرت تھے جب اور مذہب مندرس ہوگئے مذہب اہل حق ان چار میں محصور ہوگیا اور بھی ہے کہ وہ بھی محل سے یوہیں بیگانہ واجنبی ہے ہفدہم ثبوت تو دیجئے کہ قراء سبعہ سب مجتہد مطلق تھے اگر مجتہد فی المذہب بھی ہوئے تو مذہب پوچھنا کیوں حماقت ہونے لگا ہیجدہم اُس زمانہ میں عدم حصر وکثرت مجتہدین مسلم مگر کیا اُس وقت کا ہر فرد بشر یا ہر عالم اگرچہ کسی فن کا ہو فقیہ ومجتہد تھا اس کا تو زعم نہ کرے گا مگر سخت احمق جاہل یا انتساب کو عام نہ تھا اصلا نہ تھا اس کا بھی مدعی نہ ہوگا مگر بے خبر غافل۔ کیا امام ابویوسف وامام محمد وغیرہما حنفیہ اور امام اشہب وامام قاسم وغیرہما مالکیہ میں معدود نہیں (کتب طبقات ملاحظہ ہوں) اور جب یقیناً قطعاً تقلید بھی تھی اختصاص بھی تھا تو اُس وقت کے قاریوں کا مذہب پوچھنا کیوں حمق ہوا نوزدہم در فن تاریخ ہم کمالے داریم ائمہ مذہب بعد قراء کے تھے بُھب جانے دیجئے بدور ہی میں کلام کیجئے سات میں چار ہمارے امام سے وفاۃ متاخر ہیں امام ابوعمرو بن العلاء بصری نے ۱۵۴ھ یا ۵۵ امام حمزہ زیات نے ۱۵۴ھ یا ۵۶ یا ۵۸ امام نافع مدنی نے ۱۶۹ھ امام علی کسائی نے ۱۸۹ھ امام الائمہ ابوحنیفہ نے ۱۵۰ھ میں انتقال فرمایا رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین اور یہ امام کسائی تو ہمارے امام سے چالیس پچاس برس چھوٹے ہیں امام کی ولادت ۸۰ھ یا ۷۰ھ[1] میں ہے اور ان کی ۱۱۹ھ میں یہ ہمارے امام کے صاحب صغیر سیدنا امام محمد کے اقران سے ہیں دونوں صاحبوں نے ایک ہی سال انتقال فرمایا جس پر خلیفہ ہارون رشید نے کہا تھا میں نے رَے میں فقہ وادب دونوں دفن کردئے اب کون جاہل کہے گا کہ امام اعظم امام محمد کے بعد ہوئے ہیں بستم ائمہ مذہب محتاج الیہ ومحصور نہ تھے یہ خاص ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی نسبت فرمایا یا مطلق اول تو بداہۃً عقل سے عاطل چار کبھی بھی نا محصور نہیں ہو سکتے اور ثانی اُس سے بڑھ کر شنیع وباطل زمانہ صحابہ سے آج تک کوئی وقت ایسا نہ گزرا کہ ائمہ کی طرف احتیاج نہ ہو ہر زمانے میں مقلدین کا عدد مجتہدین سے بدرجہا زائد رہا ہے تو ائمہ سے بے نیازی کیونکر ممکن بلکہ علما کی طرف حاجت تو جنت میں بھی ہوگی حالانکہ وہاں احکام تکلیفی نہیں حدیث میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اھل الجنۃ لیحتاجون الی العلماء فی الجنۃ وذلک انھم یرون اللہ تعالٰی فی کل جمعۃ فیقول لھم تمنوا علی ما شئتم فیلتفتون الی العلماء فیقولون ماذا نتمنی فیقولون تمنوا علیہ کذا وکذا فھم یحتاجون

[1] بلکہ ایک قول میں ولادت امام ۶۱ھ میں ہے کما فی وفیات الاعیان یوں تقریباً ۶۰ برس چھوٹے ہوں گے ۱۲

الیھم فی الجنۃ کما یحتاجون الیھم فی الدنیا بے شک اہل جنت، جنت میں علما کے محتاج ہوں گے یوں کہ ہر جمعہ کو انھیں اللہ تعالٰی کا دیدار نصیب ہوگا مولٰی سبحانہ وتعالٰی فرمائے گا جو جی میں آئے مجھ سے مانگو (اب جنت سے مکان میں جاکر کون سی حاجت باقی ہے کچھ سمجھ میں نہ آئے گا کہ کیا مانگیں) علما کی طرف مونھ کرکے کہیں گے ہم کیا تمنا کریں وہ فرمائیں گے اپنے رب سے یہ مانگو تو لوگ جنت میں بھی علما کے محتاج ہوں گے جس طرح دنیا میں اُن کے محتاج ہیں رواہ ابن عساکر عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما اللھم انی اسئلک بعلماء امۃ حبیبک محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ترحمنا بھم فی الدنیا والاخرۃ وترزقنا بجاھھم عندک العلم النافع والقلب الخاشع والعفو والعافیۃ والمغفرۃ صل وسلم وبارک علی سیدنا ومولانا محمد والہ وصحبہ اٰمین والحمد للہ رب العلمین واللہ تعالٰی اعلم۔

باب احکام المسجد

مسئلہ - از لکھنؤ محلہ علی گنج مرسلہ حافظ عبداللہ ۵ ذی الحجہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین جواب اس مسئلہ کا کہ سقف مسجد پر بسبب گرمی کے نماز پڑھنا جائز ہے یانہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

مکروہ ہے کہ مسجد کی بے ادبی ہے ہاں اگر مسجد جماعت پر تنگی کرے نیچے جگہ نہ رہے تو باقی ماندہ لوگ چھت پر صف بندی کرلیں یہ بلاکراہت جائز ہے کہ اس میں ضرورت ہے بشرطیکہ حال امام مشتبہ نہ ہو فی العلمگیریۃ الصعود علی کل مسجد مکروہ ولھذا اذا اشتد الحر یکرہ ان یصلوا بالجماعۃ فوقہ الا اذا ضاق المسجد فح لایکرہ الصعود علی سطحہ لضرورۃ کذا فی الغرائب واللہ تعالٰی اعلم۔

التبصیر المنجد بان صحن المسجد مسجد

۱۳۰۷ھ

مسئلہ - از قصبہ کٹھور اسٹیشن سائن ضلع سورت ملک گجرات مسجد پُرب والے مرسلہ مولوی عبدالحق صاحب مدرس مدرسہ عربی کٹھور وسیٹھ بانا بھائی صاحب مہتمم مدرسہ، ۲۷ جمادی الاولٰی ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت اُس صحن مسجد کے حکم میں کہ جس پر موسم گرما میں ہمیشہ نماز فرض باجماعت مغرب وعشاء وفجر اور کبھی عصر بھی ادا کی جائے اور یہ مسجد چونکہ برسر بازار واقع ہے اس واسطے آمد و رفت نمازیوں کی زیادہ ہے عصر و مغرب کو کبھی جماعت ہوچکی ہو تو اکثر آدمی اگر اُس صحن پر اکیلے فرض نماز پڑھ لیتے ہیں کبھی دو چار آدمی آگئے تو وہاں پر جماعت بھی کرلیتے ہیں اور موسم اعتدال ربیع وخریف میں بھی کبھی معمولی جماعت صحن مذکور پر ہوجایا کرتی ہے اب صحن مذکور کو حکم مسجد کا دیا جائے یانہیں اُس پر جنبی وغیرہ ناپاک آدمی کا